Web : www.welayatpublications.com E-mail : welayatpublications@gmail.com



تاریخ قرآن کریم

تالیف: محمد حسین محمدی

ترجمہ: عالی جناب مولانا ناظم علی خیرآبادی

تاریخ قرآن کریم

تالیف: محمد حسین محمدی

ترجمہ: عالی جناب مولانا ناظم علی خیر آبادی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تاریخ قرآن کریم
تالیف	:	محمد حسین محمدی
ترجمہ	:	عالی جناب مولانا ناظم علی خیر آبادی
طباعت	:	بار اول
سال طباعت	:	مارچ ۲۰۲۵ء
تعداد	:	پانچ سو (۵۰۰)
قیمت	:	ایک سو پچاس (۱۵۰) روپئے

ناشر

ولایت پبلیکیشنز، نئی دہلی

فہرست

فہرست ۵

عرض ناشر ۱۵

مبادیات ۱۷

تاریخ قرآن کی کتاب شناسی ۱۹

۱۔ تاریخ القرآن ۱۹

۲۔ تاریخ قرآن ۲۰

۳۔ تاریخ القرآن ۲۰

۵۔ تاریخ القرآن ۲۰

۶۔ تاریخ قرآن ۲۱

۷۔ تاریخ القرآن ۲۱

۸۔ تاریخ قرآن ۲۱

۱۰۔ الاتقان فی علوم القرآن ۲۲

۱۱۔ البرہان فی علوم القرآن ۲۲

۱۲۔ رسالۃ فی کیفیۃ نزول القرآن ۲۲

۱۳۔ فنون الافنان فی عیون علوم القرآن ۲۲

۱۴۔ النشر فی القرائات العشر ۲۳

۱۵۔ کتاب فی القرائت ۲۳

۱۶۔ القرائات ۲۳

۱۷۔ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ۲۴

نزول قرآن ۲۵
نزول قرآن کے بارے میں امام خمینیؒ کا کلام ۲۶
آغاز نزول وحی ۲۶
کیفیت نزول قرآن ۲۹
اقسام نزول قرآن ۳۲
نزول دفعی ۳۲
نزول تدریجی ۳۴
قرآن کے نزول تدریجی کی حکمت ۳۵
تقویت قلب پیغمبرؐ ۳۵
تعلیم و تربیت اور لوگوں کی آمادگی ۳۵
قرآن میں تحریف کا نہ ہونا ۳۶
نزول آیات حوادث کے ہمراہ ۳۷
آیتوں کے محتوی و مشتملات پر تامل ۳۷
اظہار عظمت و حقانیت قرآن: ۳۷
وحی الٰہی اور اس کے نزول کی کیفیت ۳۸
وحی کے لغوی معنی ۳۸
وحی کے اصطلاحی معنی ۳۹
قرآن میں وحی کے معنی ۴۰
کیفیت نزول وحی ۴۳

کیفیت نزول وحی کے متعلق امام خمینیؒ کا نظریہ ۴۳
وحی رسالی کے اقسام ۴۴
۱۔ وحی بلاواسطہ (وحی مستقیم) ۴۵
۲۔ آواز ایجاد کرنے کے ذریعہ وحی (حجاب کے پیچھے سے کلام) ۴۶
۳۔ وحی بواسطہ ملک ۴۶
وحی کے تعلق سے ناسازگار تحلیل ۴۷
۱۔ دینی تجربہ ۴۸
۲۔ فرہنگ و ثقافت زمانہ ۴۸
۳۔ سابق کی کتابوں سے اقتباس ۴۹
تنقید و تحلیل ۵۰
دوسرے شبہ کی تحقیق ۵۲
افسانہ ورقہ بن نوفل اور اسکی تحقیق ۵۲
افسانہ غرانیق ۵۴
اسماء و اوصاف قرآن ۵۹
اسمائے قرآن ۶۰
قرآن ۶۰
فرقان ۶۳
کتاب ۶۴
۴۔ ذکر ۶۵

تنزیل ۶۶
اوصاف قرآن ۶۶
احسن الحدیث ۶۶
بشیر و بشریٰ ۶۷
حکیم ۶۸
رحمت ۶۹
شفاء ۶۹
عربی ۶۹
عزیز ۷۰
عظیم ۷۰
کریم ۷۰
مبین ۷۱
متشابہ ۷۱
مجید ۷۱
موعظہ ۷۲
ہدیٰ ۷۲
مکی اور مدنی ۷۳
مکی اور مدنی ہونے کے معنی ۷۳
مکی سوروں اور آیتوں کی معرفت کے دوسرے ذرائع ۷۴

مدنی آیات و سورے کی شناخت کے دوسرے ذرائع ۷۵
مکی اور مدنی سوروں کے پہچاننے کے فوائد ۷۵
مکی و مدنی سورتوں کا تعیین ۷۶
ترتیب نزول سورہ ہائے مکی از کتاب التمہید ۷۶
ترتیب نزول سورہ ہائے مدنی ۷۸
مورد اختلاف سورے ۷۹
آیات مکی اور مدنی میں اختلاف کے موارد ۸۱
اجزائے قرآن ۸۳
آیۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی ۸۳
واضح اور روشن علامت ۸۳
تعداد آیات قرآن ۸۳
پہلی نازل شدہ آیت ۸۴
سورہ اقرأ ۸۴
سورہ مدثر کی ابتدائی آیات ۸۴
آیات سورہ حمد ۸۵
آخری نازل شدہ آیت ۸۵
سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۸ ..... ۸۶
سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۱ ..... ۸۶
سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ ..... ۸۶

KAUSAR PUBLICATION Khurelli Khas, New Delhi-51 Gifted By:

سورہ مائدہ کی آیہ اکمال آیت ۳ (الاتقان) ۸۶
تعداد کلمات قرآن ۸۶
معنی سورہ ۸۷
سوروں کی نام گذاری ۸۸
سوروں کے نام کا توقیفی ہونا یا نہ ہونا ۸۹
سوروں کی ترتیب ۹۰
قرآن کو سوروں میں تقسیم کرنے کی حکمت ۹۰
اجزاء کے ساتھ قرآن کی تقسیم ۹۱
قرآن کی تقسیم حزب و رکوع میں ۹۱
خمس و عشر میں قرآن کی تقسیم بندی ۹۲
قرائت قرآن ۹۳
قرائت کے لغوی اور اصطلاحی معنی ۹۳
مراحل قرائت ۹۴
قاریوں کے انتخاب میں ابن مجاہد کا معیار ۹۶
قراء سبعہ [ساتوں قاریوں کا تعارف] ۹۹
عبداللہ ابن عامر دمشقی ۹۹
عبداللہ ابن کثیر مکی ۹۹
ابو عمرو ابن علاء مازنی بصری ۱۰۰
نافع ابن عبدالرحمن ابن ابی نعیم اصفہانی ۱۰۰

عاصم ابن ابی النجود الاسدی ۱۰۱
حمزہ ابن حبیب زیات کوفی تمیمی ۱۰۲
دو عظیم امور ۱۰۳
قراء عشرہ [دس قاری] ۱۰۴
اخلف ابن ہشام ۱۰۴
یعقوب ابن اسحاق بصری ۱۰۴
ابو جعفر یزید بن قعقاع ۱۰۴
قراء اربعۃ عشر [چودہ قاری] ۱۰۴
تواتر قرائت کی تحقیق ۱۰۵
تواتر قرائات کی دلیلیں ۱۰۶
روایات سبعۃ احرف کی تحقیق ۱۰۶
حدیث سبعۃ احرف منابع شیعہ میں ۱۰۸
روایات کی تنقید و تحقیق ۱۰۹
قرآن کی جمع آوری ۱۱۱
لفظ جمع کے معانی ۱۱۱
جمع آوری قرآن کے بارے میں اقوال ۱۱۱
زمانہ پیغمبر اسلام میں جمع آوری قرآن ۱۱۱
دلائل جمع قرآن بعد رحلت پیغمبر ۱۱۴
جمع قرآن کے مختلف معنی ۱۱۵

کاتبان وحی ۱۱۶
کاتبان وحی کے نام ۱۱۷
قرآن لکھنے کا سامان ۱۱۸
جمع آوری قرآن کے مراحل ۱۱۸
مرحلہ اول: حفظ آیات الٰہی ۱۱۸
دوسرا مرحلہ: سوروں اور آیتوں کی تنظیم و کتابت جداگانہ صورت میں ۱۲۱
تیسرا مرحلہ: قرآن کا ایک مصحف میں جمع کرنا ۱۲۲
چوتھا مرحلہ: توحید مصاحف ۱۲۲
مستشرقین اور جمع قرآن ۱۲۳
پیغمبر اسلام کا امی ہونا ۱۲۴
نظر علامہ طباطبائی ۱۲۵
رحلت پیغمبر کے بعد قرآن کی تدوین و تحریر ۱۲۷
پہلے قرآن جمع کرنے والے ۱۲۷
مصحف حضرت علی کے خصوصیات ۱۲۹
ترتیب نزول کی رعایت ۱۲۹
پیغمبر کی قرائت کی مطابقت ۱۳۴
ذکر اسباب و مکان نزول آیات ۱۳۴
رعایت جوانب کلی آیات ۱۳۴
سوال: مصحف علی علیہ السلام کیا ہوا؟ ۱۳۵

زمانہ ابوبکر میں قرآن کی جمع آوری اور تحریر ۱۳۷
زید نے جمع قرآن میں کن منابع سے استفادہ کیا ۱۳۸
زید کا انتخاب کیوں ہوا؟ ۱۳۸
آیات قرآنی کے لکھنے کی کیفیت ۱۳۹
قرآن کا مصحف نام رکھنا ۱۴۱
مصحف ابوبکر کا انجام ۱۴۲
زمانہ ابوبکر میں کتابت و جمع آوری قرآن اور مشہور مصاحف ۱۴۳
سبع طوال ۱۴۳
مئین ۱۴۴
مثانی ۱۴۴
حوامیم ۱۴۴
ممتحنات ۱۴۴
المفصلات ۱۴۴
زمانہ ابوبکر میں معروف ترین مصاحف ۱۴۵
مصحف عبداللہ ابن مسعود اور اسکی خصوصیات ۱۴۵
مصحف ابی ابن کعب ۱۴۶
مصحف فاطمہ ۱۴۷
مصحف ابوموسی اشعری ۱۴۷
مصحف سالم مولی ابوحذیفہ ۱۴۸

عثمان کے زمانہ میں قرآن جمع آوری اور توحید مصاحف ۱۴۸
توحید مصاحف کے سلسلہ میں عثمان کے سامنے عوامل ۱۵۰
انجمن توحید مصاحف ۱۵۱
انجمن کے کام کی کیفیت ۱۵۱
جمع قرآن کے سلسلہ میں زید ابن ثابت کے منابع ۱۵۳
مصاحف عثمانی کے خصوصیات ۱۵۵
مصاحف عثمانی کی تعداد: ۱۵۶
ان مصاحف کے بارے میں اہل بیت کا نظریہ ۱۵۷
طرز نگارش قرآن ۱۵۹
نگارش خط قرآن ۱۵۹
خط عربی کی بنیادیں ۱۶۰
خط مصری ۱۶۰
خط فینیقی ۱۶۰
خط آرامی ۱۶۰
آغاز اصلاح شیوہ نگارش قرآن ۱۶۰
اعجام اور نقطہ گزاری قرآن ۱۶۲
مصحف کی طباعت ۱۶۲
کیا قرآن کے رسم الخط کی تبدیلی جائز ہے؟ ۱۶۴
کتابنامہ ۱۶۵
..... ۱۶۷

مبادیات

کتاب کے مباحث سے زیادہ معرفت کیلئے تاریخ قرآن کی اجمالی تعریف پیش کرنا ضروری ہے کچھ لوگ تاریخ کے لغوی معنی وقت وزمانہ سے آگاہی سمجھتے ہیں جیسے ابن منظور نے اپنی کتاب لسان العرب میں لفظ ارخ کے ذیل میں بیان کیا ہے لیکن بعض دوسرے ماہرین نے اس لفظ تاریخ کے بارے میں بیان کیا ہے:

التاریخ فی اللغۃ تعریف الوقت مطلقا وعرفا ھو تعیین الوقت ینسب الیہ زمان یاتی علیہ او مطلقا یعنی سواء کان ماضیا او مستقبلا وعلم التاریخ ھو معرفۃ احوال الامم وبلدانھم ورسومھم وعاداتھم وصنایعھم وانسابھم وافرادھم ووفیاتھم الی غیر ذلک۔ (دائرۃ المعارف بطرس بستانی، ج۶، ص۹)

تاریخ کے لغوی معنی مطلقاماضی ومستقبل کے زمانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور اسکی عرفی تعریف یہ ہے کہ زمانہ کو معین کرنا زمانہ مستقبل تک یا مطلق زمانہ کی اس سے نسبت دی جائے چاہے وہ ماضی کا زمانہ ہو یا مستقبل کا اور علم تاریخ سے مراد امتوں، شہروں، ان کے عادات ورسوم اور صنایع، افراد کے نسب اور ان کی وفات کے حالات کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

لیکن تاریخ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حوادث، روداد اور سرگذشتوں کو پہچاننا جو گزرے زمانہ میں پیش آئے یا آئندہ زمانہ میں پیش آئیں گے۔

لفظ قرآن اہل لغت کی نظر میں قرا، قری یا قرائن سے ہے لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لفظ قرآن قرا سے لیا گیا ہے جس کے معنی پڑھنا اور تلاوت کرنا ہیں۔

❖ تاریخ قرآن کی تعریف:

تاریخ قرآن سے مراد قرآن کے ارتقائی سرگزشت کا بیان، نزول، تدوین، نگارش اور رسم الخط کے لحاظ سے، اسے تاریخ قرآن کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ ہم کو تاریخ قرآن کے مسائل سے آشنا کرتا ہے۔

شاید یہ خیال پیدا ہو کہ مباحث تاریخ قرآن سادہ اور اسکا جمع کرنا آسان ہے کیونکہ مباحث تاریخی کی اتنی زیادہ اہمیت نہ تھی اور استدلال و برہان سے بے نیاز ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے تاریخ قرآن کے تعلق سے تحلیل اور روداد کی تحقیق سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان مباحث میں نہ صرف تاریخی وثقافتی شرائط، عادات ورسوم اور موقعیت نزول قرآن کی تحقیق ہوگی بلکہ بنیادی طور پر تاریخ قرآن میں وحی اور نزول قرآن کے مباحث کی تحقیق ہوگی جو علوم قرآن کی دوسری بحثوں کی بنیاد قرار پائے گی۔

❖ تاریخ قرآن اور اسکی اہمیت

تاریخ قرآن کی اصطلاح تقریبا آخری ایک صدی میں رواج پائی ہے اس سے قبل تمام مباحث قرآنی پراگندہ طور پر علوم قرآن میں مورد تحقیق قرار پائے تھے یہاں تک کہ تفسیر پر بھی علوم قرآن کا اطلاق ہوتا تھا، اسی وجہ سے شیخ طوسیؒ نے اپنی تفسیر کا نام البیان لعلوم القرآن قرار دیا اور علامہ طبرسی نے اپنی تفسیر کو مجمع البیان فی علوم القرآن کہا کہ اس کے مقدمہ میں بعض علوم کو پیش کیا اور نویں دسویں صدی تک زرکشی اور سیوطی وغیرہ نے تمام مباحث کو ملا کر بیان کیا ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے اصطلاح تاریخ قرآن کو استعمال کیا تئودور نولد(theodornoldek) تھا جس نے اپنے پی. ایچ. ڈی. کے مقالہ میں اس کو مخصوص کیا اس کے بعد یہ رسالہ اس کے شاگردوں اور رفقاء کے توسط سے نشر ہوا، دوسرا تاریخ قرآن کا مثالیہ شیعہ عالم ابو عبداللہ زنجانی نے تحریر کیا جس میں تاریخ قرآن کے مباحث کو مختصر مگر دقت کے ساتھ مورد بحث قرار دیا اس کے بعد اس فن میں مستقل کتابیں شائع ہوئیں جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

چونکہ قرآن کریم بہترین اور اہمترین آسمانی کتاب ہے اسلئے اس کی تاریخ سے واقفیت مخصوص اہمیت کی حامل ہے نیز قرآن کریم کو صحیح طور پر سمجھنا چند مقدمات پر موقوف ہے جیسے سورتوں کے مکی و مدنی ہونے کی شناخت اور آیتوں کی قرائت وغیرہ جس کی ایک مفسر کو تفسیر کرنے میں ضرورت ہوتی ہے اور گذشتہ ادوار سے ان مباحث پر توجہ کی جاتی رہی ہے، نمونہ کے طور پر سورہ دہر کے شان نزول کے سلسلہ میں اشارہ کیا جاسکتا ہے جس کے بارے میں شیعہ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سورہ فضیلت علیؑ، فاطمہؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے جس کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوا ہے ورنہ اگر اس سورہ کو مکی مانا جائے تو اہل بیتؑ کی فضیلت کے بارے میں نہ ہوگی، قرآنی سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کے بارے میں بحث ہوتی ہے۔

تاریخ قرآن کی کتاب شناسی

قرآن کریم کی طرح اب تک کوئی کتاب عالموں اور محققوں کی توجہ حاصل نہیں کر سکی ہے اس کا شاہد مختلف تالیفات اور گوناگوں نظریات ہیں جو نزول قرآن کے ابتدائی دنوں سے اب تک تحریر کی گئی ہیں ان مربوط علوم و تاریخ قرآن میں دانشمندوں اور محققین نے دوسرے آثار کی جانب توجہ کی اس سلسلہ میں مختصر سی وضاحت کی جارہی ہے۔

۱۔ تاریخ القرآن

شائد یہ دوسری تاریخ قرآن سے متعلق کتاب ہے جو مستقل کتاب کی صورت میں ابو عبداللہ زنجانی نے لکھی ہے اس کتاب میں جو مباحث آئے ہیں وہ نزول وحی، کتابت قرآن، جمع آوری کی کیفیت، اعراب و نقطہ گذاری قرآن، سورتوں کا مکی اور مدنی ہونا مختصر طور پر بیان ہوا ہے یہ کتاب کئی بار شائع ہو چکی ہے آقائے محمد عبدالرحیم نے اس کی تحقیق و تصحیح کی ہے، محقق نے آیات و روایات کی تحقیق اور کچھ مشکل الفاظ کے معنی بیان کئے ہیں اور کتاب کے آخر میں فہرست بھی لکھی ہے۔

۲۔ تاریخ قرآن

یہ کتاب ڈاکٹر محمود رامیار نے قدیم منابع سے استفادہ کر کے سترہ فصلوں میں لکھا ہے، مولف کتاب نے ناموں، اوصاف قرآن، وحی اور کیفیت وحی، نزول قرآن، جمع آوری قرآن زمانہ پیغمبرؐ میں اور بعد رحلت خط قرآن، نقطہ گذاری اور اعراب وغیرہ جمع کیا ہے۔

۳۔ تاریخ القرآن

تالیف ابراہیم ابیاری ہے اس میں انہوں نے نزول وحی، نزول تدریجی کی حکمتیں، جمع قرآن، مصاحف عثمانی کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ تاریخ القرآن، غرائب رسم وحکم

اس کتاب کے مولف محمد طاہر بن عبد القادر کردی مکی ہیں، انہوں نے کتاب کو پانچ فصلوں میں تدوین کیا ہے اس میں مباحث آغاز وحی کیفیت اور اقسام، نزول قرآن، جمع آوری زمانہ پیغمبرؐ، ابوبکر، عثمان ہے اسی طرح قرآنی سورتوں کی ترتیب اور آیات کی ترتیب ہے۔

۵۔ تاریخ القرآن

اس کتاب کے مولف عبد الصبور شاہین استاد قاہرہ یونیورسٹی ہیں، سات فصلوں میں کتاب کی تدوین کی ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشتشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات درج ہیں، اس کتاب میں مباحث ہیں، قرآن کا نزول سات حرفوں پر، انسانوں تک وحی کے منتقل ہونے کی کیفیت، قرآنی رسم الخط ہے، اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ ہوا ہے۔

۶۔ تاریخ قرآن

آیت اللہ معرفت کی تالیف ہے، یہ تدریس کیلئے لکھی گئی ہے، اس کتاب کے مطالب چھ فصلوں میں منظم ہیں اس میں وحی اس کے اقسام، آغاز نزول و مدت، مکی مدنی سورہ، قرآن کے نام اور اوصاف، جمع قرآن، مصاحف صحابہ اور قرائت قرآن کے مباحث ہیں۔

۷۔ تاریخ القرآن

اس کے مولف ڈاکٹر محمد حسین علی صغیر استاد کوفہ یونیورسٹی ہیں، انہوں نے اس کتاب میں غیر ضروری مطالب سے دوری اختیار کی ہے اور مباحث کو دقت واستواری کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں مختلف فصلوں میں وحی، قرآن، نزول قرآن، نزول دفعی و تدریجی اور اس کی حکمت، مکی، مدنی سورہ، جمع قرآن، قرائت، کیفیت کتاب قرآن کو لکھا ہے۔

۸۔ تاریخ قرآن

یہ کتاب ۱۰۹۵ عیسوی میں لکھی گئی ہے، یہ جنگ صلیبی کے آغاز میں تحریر کی گئی ہے۔

۹۔ بحوث فی تاریخ القرآن وعلومہ:

اس کتاب کے مولف سید ابو الفضل میر محمدی زرندی استاد حوزہ و ممبر ہیئت علمی تہران یونیورسٹی ہیں، اس کتاب کا بھی فارسی میں ترجمہ ہوا ہے۔ اس کتاب میں قرآن کے علوم سے بحث کی گئی ہے، زیادہ حصہ تاریخ قرآن سے مربوط ہے اس میں صاحب کتاب نے مختلف مباحث ذکر کئے ہیں جیسے کیفیت نزول قرآن، قرآن کا سات حرفوں پر نازل ہونا، کاتبان وحی، جمع آوری قرآن کی کیفیت نیز مختلف مصاحف اصحاب کا ذکر اور مباحث علوم قرآن جیسے اعجاز، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ کا تذکرہ ہے۔

۱۰۔ الاتقان فی علوم القرآن

اس کتاب کے مولف جلال الدین سیوطی ہیں، یہ کتاب علوم قرآن کی کتابوں میں مشہور ترین کتاب ہے اس میں مباحث تاریخ قرآن کو مفصل بیان کیا ہے اس کتاب کے بارے میں مولف خود لکھتے ہیں۔

میں سوچا کرتا تھا کہ کیوں پہلے کے لوگوں نے علوم قرآن کے بارے میں نہیں لکھا یہاں تک کہ کتاب البرہان فی علوم القرآن زرکشی ملی تو میں نے اپنی کتاب البرہان سے بہتر طریقہ پر لکھا اور کچھ مباحث کا اضافہ کیا اور اس کا نام الاتقان فی علوم القرآن قرار دیا۔

اس کتاب میں اسی {۸۰} نوع ہے مولف نے اس کتاب کے سلسلہ میں ایک سو پچاس منابع سے استفادہ کیا ہے، یہ چار جلدوں میں چھپی ہے۔

۱۱۔ البرہان فی علوم القرآن

اس کتاب کے مولف بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی ہیں یہ چار جلدوں میں ہے۔

۱۲۔ رسالۃ فی کیفیۃ نزول القرآن

یہ رسالہ سید مرتضی علم الہدی نے تحریر کیا ہے یہ مختصر رسالہ ہے اس میں کیفیت نزول قرآن اور اقسام کی بحث ہے۔

۱۳۔ فنون الافنان فی عیون علوم القرآن

اس کے مولف ابو الفرج عبد الرحمن بن علی معروف بابن الجوزی ہیں، یہ کتاب قدیم ہے علوم قرآن کے سلسلہ میں، اس میں نزول قرآن، کیفیت کتابت تعداد سورہ و آیات کو مبسوط انداز میں تحریر کیا ہے۔

۱۴۔ النشر فی القرائات العشر

اس کتاب کی تالیف شمس الدین محمد بن محمد یوسف جزری شافعی نے دو جلدوں میں کی ہے، اس میں ایک مقدمہ اور انتیس باب ہیں، اس میں قرائت کی کتابوں اور دس قاریوں کو بیان کیا گیا ہے، اس کی تلخیص خود مولف نے تقریب النشر فی قرائات العشر کے نام سے کی ہے ابن جزری نے متعدّد کتابیں قرائت کے سلسلہ میں لکھی ہیں جو قیمتی اور مفید ہیں۔

۱۵۔ کتاب فی القرائت

اس کتاب کا شمار قدیم ترین آثار قرآنی میں ہوتا ہے اس کو یحیی بن یعمر (م ۹۰ھ) نے لکھا ہے جو بصرہ کے مشہور قاریوں میں اور ابوالاسود دوئلی کے شاگردوں میں سے تھے۔ انہیں فقہ، حدیث اور تفسیر سے واقفیت تھی، بعض لوگوں کا قول ہے کہ یحیی بن یعمر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پر اعراب لگایا، انہوں نے اس کتاب میں تاریخ قرآن کے کچھ مباحث سے اختلافات مصاحف مشہور پر توجہ کی ہے۔

۱۶۔ القرائات

یہ رسالہ ابان بن تغلب کا لکھا ہوا ہے جو شیعہ جلیل القدر مفسر اور محدث تھے ان کا انتقال ۱۴۱ھ میں ہوا ان کے بارے میں نجاشی نے لکھا ہے: ابان بن تغلب تمام علوم و فنون جیسے قرآن، فقہ، حدیث، لغت و نحو میں ممتاز تھے۔ (رجال نجاشی، ص ۱۰)

ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں اسی رسالہ کو القرائات کے نام سے یاد کیا ہے اور اس نام کی دوسری کتابیں حمزہ بن حبیب صحابی امام صادقؑ اور علی بن حمزہ کسائی کی جانب نسبت دی ہے۔

(الفہرست، ص ۳۵)

۱۷۔ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز

اس کے مولف قاضی عبد الحق بن غالب اندلسی ہیں، در اصل یہ کتاب تفسیر میں ہے لیکن اس کے مقدمہ میں مختلف مباحث جیسے سات حروف پر قرآن کا نزول، نام و اوصاف قرآن سے بحث کی گئی ہے۔

نزول قرآن

نزول کے لغوی معنی کسی شئے کا بلندی سے اترنا ہے۔ (معجم مفردات الفاظ قرآن ، راغب اصفہانی) جیسے گھوڑے سے نیچے اترنا یا منتقل کرنے والے وسیلہ سے نیچے آنے کو نزول کہا جاتا ہے، جیسا کہ خداوندعالم نے جناب نوح کے کشتی سے اترنے کا ذکر کیا ہے: وقل رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین۔ (مومنون، ۲۹) [اے پیغمبر کہہ دیجئے پروردگار مجھے ایک بابرکت جگہ پر اتار کہ تو بہترین اتارنے والا ہے] اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ نزول اپنے دوسرے مشتق الفاظ کے ساتھ عربی زبان میں اترنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے چاہے یہ نزول اعتباری ہو جیسے کسی شخص کا بلند منزل سے نیچے کی منزل پر آنا یا نزول حقیقی ہو جیسے بارش کا نزول۔

نزول کے مقابلے میں جو لفظ بولا جاتا ہے وہ عروج ہے۔

نزول قرآن کے مقام میں یقینی طور پر نزول مکانی مراد نہیں ہے کیونکہ نازل کرنے والا خداوندعالم ہے اور قرآن اس کے علم کا ایک مرتبہ ہے جبکہ خدا تمام تر مادی خصوصیات سے مبرا ہے۔ اس سے مراد نزول اعتباری اور مقامی بھی نہیں ہے کیونکہ اس آسمانی کتاب کا نزول خدا کی جانب سے کبھی اس کی قدر و منزلت کے کم ہونے کا سبب نہیں ہوتا ہے۔

اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نزول سے مراد نزول معنوی ہے یعنی قرآن ایک حقیقت کا حامل ہے اور اس کے مراتب ہیں ان مراتب میں سے لوح محفوظ اور ام الکتاب ہے جو انسانوں کی دسترس سے بعید ہے۔ قرآن نے اس مرتبہ کی جانب سورہ زخرف آیت ۴ میں اشارہ کیا ہے: انہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ اور وہ ام الکتاب میں لوح محفوظ میں میرے پاس بلند مرتبہ و استوار ہے

خداوند عالم نے انسانوں کے سمجھنے کے لئے اس نورانی حقیقت کو فعلی مرحلہ میں لاکر رکھا اور الفاظ کے قالب میں متجلی کیا: انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون [سورہ یوسف آیہ ۲] ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا شاید تم غور و فکر کرو۔

نزول قرآن کے بارے میں امام خمینیؒ کا کلام

امام خمینیؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے: خداوند تبارک نے بندوں پر وسعت رحمت کے واسطہ سے اس کتاب کو اپنے مقام قدس و قرب سے عالم کی مناسبت کے حساب سے نازل کیا تاکہ اس عالم ظلماتی تک پہونچے اور الفاظ و حروف کے لباس میں آئے۔ (آداب الصلوۃ۔ ۱۸۴)

اور دوسرے مقام پر فرمایا: ماہ رمضان میں واقعہ ہوا جس وقعہ کے ابعاد اور ماہیت ابدی مبہم ہیں اور وہ نزول قرآن ہے، قرآن کا نزول قلب رسولؐ پر لیلۃ القدر میں ہوا اور وہاں سے نازل ہو کر اس مقام پر پہونچا کہ زبان کے ساتھ کہا گیا۔ (صحیفہ نور، ۱۷/۴۸۹)

امام خمینیؒ کے اس کلام سے چند نکات کا استفادہ ہوتا ہے:

۱۔ نزول قرآن ماہ رمضان کی شب قدر میں ہوا، آیات قرآنی سے بھی اس کا استفادہ ہوتا ہے۔

۲۔ نزول قرآن شب قدر میں قلب پیغمبر رسولؐ پر ہوا۔

۳۔ قلب پیغمبرؐ پر نزول کے ساتھ مجد دطور پر نزول ہوا الفاظ و حرکات کی شکل میں۔

آغاز نزول وحی

پیغمبر اکرمؐ چالیس سال کی عمر میں مکہ میں مبعوث برسالت ہوئے ان کی رسالت کا آغاز قرآن کے نزول کے ہمراہ تھا اب اس سلسلہ میں نظریاتی اختلاف پایا جاتا ہے کہ کس زمانہ میں آنحضرتؐ کی بعثت ہوئی ہے۔ ان اختلافی نظریات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

۱۔ نیمہ شعبان: یہ قول آیت اللہ خوئیؒ صاحب کتاب البیان فی تفسیر القرآن اور علامہ طبرسیؒ کا ہے۔ (البیان خوئی و مجمع البیان طبرسی ج۹)

۲۔ بارہ ربیع الاول: جسے علامہ مجلسی اور یعقوبی نے کہا ہے۔ (بحار، ج۱۸ و تاریخ یعقوبی، ج۱)

۳۔ سترہ رمضان المبارک: یہ ابوالفداء کا قول ہے اور استدلال یہ ہے چونکہ نزول قرآن ماہ مبارک میں ہوا ہے اور بعثت کے ساتھ ہوا ہے تو بعثت ماہ رمضان ہوگی۔ (تاریخ ابن ابوالفداء، ج۱)

۴۔ تین ربیع الاول:

۵۔ ستائیس رجب: محققین شیعہ کے درمیان مشہور ہے اور اہل بیتؑ کی متعدد روایتیں اس پر شاہد ہیں۔

اس مقام پر تین روایات اہل بیتؑ کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے:

۱۔ عن الصادق علیہ السلام قال فی الیوم السابع والعشرین منہ یعنی من رجب نزلت النبوۃ علی رسول اللہ من صام ھذا الیوم کان ثوابہ ثواب من صام ستین شھرا۔

(وسائل الشیعہ حرعاملی، ج۱۰، باب۱۵)

امام صادق نے فرمایا ۲۷ رجب کو نبی مبعوث برسالت ہوئے جو شخص اس دن روزہ رکھے اس کا ثواب ساٹھ مہینہ کے روزہ کے برابر ہے۔

۲۔ عن ابی الحسن علی بن محمد انہ قال الایام التی یصام فیھن اربعۃ اولھن السابع والعشرین من رجب یوم بعثت اللہ محمدا الی خلقہ رحمۃ للعالمین۔ (حوالہ سابق)

امام علی نقی نے فرمایا جن دونوں میں روزہ رکھنا چاہئے وہ چار دن ہیں ان میں پہلا ۲۷ رجب ہے کہ اللہ نے نبی اکرم کو عالمین کے لئے رحمت بناکر مبعوث فرمایا۔

۳۔ قال علی بن موسی الرضا بعث اللہ عز وجل محمدا رحمۃ للعالمین فی سبع وعشرین من رجب فمن صام ذلك الیوم کتب اللہ له صیام ستین شهرا۔

(اصول کافی کلینی، ۱۴۹/۴)

اللہ نے ۲۷ رجب کو عالمین کے لئے رحمت بناکر مبعوث فرمایا پس جو اس دن روزہ رکھے اسکو ساٹھ مہینہ کے روزہ کے برابر ثواب عطا ہوگا۔

اہلسنت کی کتابوں میں بھی اس کے تعلق سے روایات نقل ہوتی ہیں جیسے سیرت حلبیہ ج۱، کنزالعمال ج۳۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم ماہ مبارک رمضان کی شب قدر میں نازل ہوا ہے لیکن یہاں ایک سول یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیونکر قرآن کا نزول ماہ رمضان میں مانا جاسکتا ہے جبکہ نزول قرآن بعثت کے ساتھ ہوا ہے اور بعثت قول مشہور کی بنا پر ماہ رجب میں ہے۔

اس سلسلہ میں آیۃ اللہ معرفت نے تحریر کیا ہے کہ روایات کی بنیاد پر بعثت رسولؐ ماہ رجب میں ہوئی ہے لیکن قرآن کتاب آسمانی کے عنوان سے بعثت کے تین سال بعد نازل ہوا ہے، اس تین سال کے زمانہ میں رسول اکرم خفیہ طور پر لوگوں کو اللہ کی جانب دعوت دیتے تھے، تین سال گزرنے کے بعد پیغمبر کو خدا نے حکم دیا: فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین تب پیغمبر نے ماموریت کا آغاز کیا۔ اور ایک جانب یہ امر بھی ہے کہ روایات کی بنیاد پر نزول قرآن کا زمانہ بیس سال کی مدت میں ہے اس بنا پر یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ آغاز بعثت سے تین سال کے بعد ہے اور سورہ علق کی ابتدائی آیات جو آغاز بعثت میں نازل ہوئی ہیں وہ بعنوان قرآن نہیں ہیں۔ (التمہید، محمد ہادی معرفت، ۸۱/۱)

علامہ طباطبائیؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: شواہد و قرائن کی بنیاد پر قرآن ایک بسیط حقیقت ہے اور یہ حقیقت مفصل ہوکر الفاظ و کلمات کے قالب میں ہے، ایک مرتبہ یہ حقیقت بسیط لوح محفوظ سے دفعی صورت میں پیغمبر کی روح پر متجلی ہوئی اور دوسری بار وہی حقائق الفاظ، آیت کے قالب میں

رسالت کی مدت میں معاشرہ کی ضرورت کے تناسب سے آنحضرت پر نازل ہوئے تاکہ وہ لوگوں تک پہونچادیں اور کچھ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر آیات کے تدریجی نزول سے قبل ان سے واقف تھے جو دفعی طور پر نازل ہونے کی وجہ سے ہے۔ (المیزان، ۱۵/۲)

اپنے اس نظریہ کے ثبوت میں قرآن کریم کی دو آیتوں کی جانب اشارہ کیا ہے: لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔ [اپنی زبان جلدی پڑھنے کے لئے حرکت نہ دیں] ان علینا جمعہ و قرآنہ [جمع کرنا اور پڑھنا ہماری ذمہ داری ہے] ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ۔ [قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کرو جبتک کہ وحی مکمل نہ ہوجائے]

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر نزول تدریجی کے قبل ان آیتوں سے واقف تھے۔ (المیزان، ۱۵/۱۸)

اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نزول دفعی قرآن ماہ مبارک رمضان میں ہوا اور نزول تدریجی ستائیس رجب یوم بعثت رسول سے شروع ہوا ہے۔

کیفیت نزول قرآن

کچھ علماء و محققین اسلامی کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمانی کتابیں جو گذشتہ انبیاء پر نازل ہوئیں وہ سب دفعی طور پر نازل ہوئی تھیں۔ (الاتقان فی علوم القرآن ۱/۱۶۱)

اس نظریہ کا استفادہ قرآن مجید کی آیتوں سے کیا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا۔ (فرقان، ۳۲) کافروں نے کہا کہ کیوں قرآن یکجائی طور پر نازل نہیں ہوا، یہ اس وجہ سے ہے کہ تمہارے قلب کو اس کے ذریعہ محکم کردیں اور اس وجہ سے بتدریج تم پر پڑھا۔

مشرک، یہودیوں سے پوچھتے تھے کہ کیوں قرآن توریت کی طرح یکبارگی نازل نہ ہوا تو خدا نے ان کے جواب میں فرمایا کہ قرآن کو بتدریج نازل کیا تاکہ قلب پیغمبر کو محکم کریں اگر گذشتہ آسمانی

کتابیں تدریجی طور پر نازل ہوتیں تو اس کے جواب میں کہا جاتا کہ گذشتہ کتابوں کا نزول بھی تدریجی ہوا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن، ۱/۷۳)

لیکن لوح محفوظ سے قرآن کے نزول کے بارے میں چند نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔ ابتداء نزول قرآن ماہ رمضان میں ہوئی اور بتدریج متفرق صورت میں آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں علمائے شیعہ میں چند اشخاص جیسے شیخ مفیدؒ، سید مرتضی اور ابن شہر آشوب کا یہ نظریہ ہے اور آیت اللہ معرفت نے بھی اسی نظریہ کو قبول کیا ہے۔ (تاریخ قرآن، محمد ہادی معرفت، ص ۳۵)

نیز اہلسنت کے علماء جیسے زمخشری، بیضاوی، محمد عبدہ بھی اسی نظریہ کے پیرو ہیں۔ (ملاحظہ ہو الکشاف، انوار التنزیل، المنار)

۲۔ قرآن مجید بیسویں، بائیسویں یا پچیسویں شب ماہ رمضان میں نازل ہوا ہے ان راتوں میں خدا نے اتنی مقدار آیات کی جو سال بھر میں مقدر فرمایا تھا، ایک مرتبہ نازل کی اور آئندہ سال ماہ رمضان تک انہیں آیتوں کو تدریجی طور پر نازل کرتا رہا، اس قول کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شب قدر ماہ رمضان سے مراد ایک ماہ رمضان و شب قدر نہ ہو بلکہ تمام ماہ رمضان اور تمام شب قدر ہو۔

اس گروہ نے اپنے دعوی پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی ہے (الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱)

۳۔ زیادہ آیات قرآنی ماہ مبارک رمضان میں نازل ہوئی ہیں۔ (در منثور سیوطی، ج ۱، تفسیر کبیر رازی، ج ۵)

لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کیونکہ تاریخی واقعیت سے اس کی تائید نہیں ہوتی ہے بلکہ نزول قرآن تمام رسالت کے مہینوں میں ہوا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ماہ رمضان میں زیادہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

۴۔ قرآن مجید دفعی طور پر شب قدر میں آسمان دنیا سے پھر بیس یا تیئس سال کی مدت میں بتدریج پیغمبر پر نازل ہوا اگرچہ اس میں شیعہ و سنی کے درمیان اختلاف ہے شیعہ روایات میں آیا ہے کہ قرآن عرش سے آسمان چہارم پر اور بیت المعمور پر نازل ہوا اور وہاں سے بتدریج پیغمبر پر نازل ہوتا رہا۔

مرحوم صدوقؒ فرماتے ہیں: نزل القرآن فی شهر رمضان فی لیلة القدر جملة واحدة الی بیت المعمور فی السماء الرابعه ثم نزل من البیت المعمور فی مدة عشرین سنة و ان الله اعطی نبیه العلم جملة۔ (الاعتقادات صدوقؒ، باب ۳۱)

قرآن ماہ رمضان کی شب قدر میں بیت معمور جو آسمان چہارم پر ہے نازل ہوا پھر بیت معمور سے تیئس سال کی مدت میں نازل ہوا اللہ نے اسکا مکمل علم رسول خدا کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ:

نزول قرآن یکجائی طور پر بیت المعمور میں اور تیئس سال میں رسول خداؐ پر نازل ہوا، بیت المعمور میں نزول بھی رسول خدا پر نزول ہے۔ (آداب الصلاۃ ص ۳۲۳)

لیکن اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ قرآن عرش سے آسمان اول اور بیت العزۃ پر اور وہاں سے بتدریج رسول خدا پر نازل ہوا ہے۔

علامہ سیوطی کا بیان ہے: عن ابن عباس انزل القرآن جملة واحدة الی السماء الدنیا ووضع فی بیت العزة ثم انزل نجوما علی النبی عشرین سنة۔

(الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱ و مناہل العرفان ج ۱)

ابن عباس کا بیان ہے قرآن شب قدر میں مکمل طور پر آسمان دنیا پر نازل ہوا اور بیت عزت میں قرار دیا پھر تدریجی طور پر تیئس سال کے عرصہ میں پیغمبر پر نازل ہوا۔

اقسام نزول قرآن

نزول دفعی

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے قرآن یکبارگی نازل ہوا ہے جیسے مندرجہ ذیل آیات:

۱. شهر رمضان الذين انزل فيه القرآن۔ (بقرہ، ۱۸۵)
رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا۔

۲. انا انزلناه فی ليلة القدر۔ (قدر، ۱) ہم نے شب قدر میں قرآن کو نازل کیا۔

۳. انا انزلناه فی ليلة مباركة۔ (دخان، ۳) ہم نے قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا۔

۴. ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه۔ (طہ، ۱۱۴)
جلد بازی نہ کرو قرآن پڑھنے میں یہاں تک کہ وحی کا نزول مکمل ہو جائے۔

۵. ولا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرآنه۔ (قیامت، ۱۶ و ۱۷)
قرآن مجید کو جلدی پڑھنے کے لئے زبان کو حرکت نہ دو کیونکہ جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے اوپر ہے۔

آیات مذکورہ میں پہلی دوسری، تیسری آیتوں سے قرآن کے نزول دفعی کا استفادہ ہوتا ہے، نیز علامہ طباطبائیؒ فرماتے ہیں کہ انزال سے مربوط آیات میں تدبر اور کلمہ انزال کے مفہوم سے جو تنزیل کے مقابل میں ہے سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کا نزول دفعی مراد ہے۔ (المیزان، ج ۲)
اور چوتھی یا پانچویں آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ حقیقت قرآن سے مکمل طور پر آگاہ تھے مگر یہ کہ قبلا قلب پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے دفعی طور پر ہوا ہے اسی وجہ سے قبل وحی رسولؐ کو پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (المیزان، ج ۱۵)

البتہ علامہؒ اور دوسرے لوگوں نے اس نظریہ کو قبول کیا ہے اس میں چند خدشات پائے جاتے ہیں:

۱۔ لفظ انزال ہمیشہ نزول دفعی پر دلالت نہیں کرتا جیسے قرآن میں آیا ہے: مثلاً۔ انزل من السماء ماء۔ نزول دفعی پر دلالت نہیں کر رہا ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ نزول باران تدریجی طور پر ہوتا ہے سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے انزال قرآن میں صرف اس معنی میں آیا ہے یا یہ کہ لغوی اعتبار سے نزول پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ معاصرین نے نزول آیہ سے مراد پورا قرآن نہیں لیا ہے اس وجہ سے زیادہ تر مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ نزول قرآن کی ابتدا ماہ رمضان میں ہوئی ہے۔ (تاریخ قرآن، معرفت۔ ص ۳۵)

۳۔ جن روایتوں میں ذکر ہوا ہے کہ مکمل قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا ہے وہ حجت تعبدیہ کی حامل نہیں ہیں کیونکہ تعبد مقام عمل میں ہوتا ہے نہ کہ عقیدہ اور ادراک سے مربوط مقام میں۔

۴۔ یہ قرآن الفاظ، عبادت اور خصوصیات کے ساتھ یکجا طور پر شب قدر میں نازل ہوا ہو ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن گذشتہ امور کی خبر دیتا ہے اور شب قدر آئندہ کو بتاتی ہے۔

نیز قران کے یکجا نازل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ابھی خبر واقع نہیں ہوئی ہے جبکہ قرآن اس کے واقع ہونے کی خبر دیتا ہے جس کا خداوند عالم کے مقام میں کوئی مفہوم نہیں ہے۔

۵۔ قرآن میں ناسخ و منسوخ، عام و خاص، مطلق و مقید بہت ہیں کہ اور ناسخ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ منسوخ کے زمانہ کے بعد ہو۔

۶۔ ممکن ہے نزول دفعی سے مراد پیغمبرؐ کو کلی طور پر آگاہ کرنا ہو جس کی طرف شیخ صدوق نے اشارہ کیا ہے۔

سیوطی نے ابوحاتم سے نقل کیا ہے کہ جب جبریل قرآن لائے تھے تو پیغمبرؐ اس کو یاد کرنے میں زحمت اٹھاتے تھے اور ڈرتے تھے کہ قرآن یاد نہ ہو آیت میں لا تعجل بالقرآن ہے۔

نزول تدریجی

نزول تدریجی سے مراد یہ ہے کہ قرآن بیس یا تیئس سال میں پیغمبرؐ کی رسالت کے زمانہ میں نازل ہوا۔

جلال الدین سیوطی نے اس کو مشہور ترین قول قرار دیا ہے اس تدریجی نزول کی تعبیر قرآن میں لفظ تنزیل سے متعدد مقامات پر آئی ہے۔

۱. تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم۔ (جاثیہ ۲)
یہ کتاب خداوند عزیز و حکیم کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔

۲. ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ (بقرہ ۲۳)
اگر تم کو اس کتاب کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی ہے تو اس کے جیسا ایک سورہ بنا کر لاؤ۔

۳. قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ۔ (بقرہ ۹۷)
جو جبرئیل کا جبرئیل کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے کیونکہ حکم خدا سے انہوں نے قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے۔

۴. قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق۔ (نحل ۱۰۲)
روح القدس نے اس کو تمہارے پروردگار کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔

۵. وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔ (فرقان ۳۲)
کافروں نے کہا کیوں قرآن ان پر یکجا نازل نہیں ہوا۔

مشرکوں اور کافروں کے پاس ایمان لانے کیلئے ایک بہانہ یہ تھا کہ کیوں دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآن یکبارگی نازل نہیں ہوا یعنی اگر قرآن تدریجی طور پر نازل ہوا ہوتا تو ہم اس پر ایمان لاتے اس بنا پر ان آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ قرآن تدریجی طور پر نازل ہوا ہے۔

قرآن کے نزول تدریجی کی حکمت

نزول تدریجی قرآن کے سلسلہ میں مختلف حکمتیں بیان کی گئی ہیں ان میں اہم ترین یہ ہیں

تقویت قلب پیغمبرؐ

خداوند عالم نے آیت میں صراحت کے ساتھ اس نکتہ کو بیان کیا ہے: وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا۔ کافروں نے کہا کیوں قرآن ان پر یکجائی نازل نہیں ہوتا، یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے وسیلہ سے تمہارا قلب محکم ہو اس طرح بتدریج ہم نے تم پر پڑھا۔

آنحضرتؐ کو تبلیغ رسالت کے درمیان بیحد مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تو تدریجی اور مکرر، مسلسل آیات کے نزول نے ان مواقع پر نیا جوش و نشاط پیدا کیا کیونکہ انہیں پیغام رسانی کے دوران زحمتیں زیادہ تھیں ان کے یاور و مددگار بہت کم تھے مادی اور ظاہری امکانات بھی نہ تھے، دشمنوں کے پاس طرح طرح کی بہانہ بازیاں بھی تھیں ایسے حالات میں آیات کا تدریجی طور پر نزول امید پیدا کرتا اور قلب پیغمبرؐ کیلئے نوید بخش تھا اور قلبی و روحانی اطمینان پیدا کرتا تھا۔ (مناہل العرفان، ج۱/۵۴)

تعلیم و تربیت اور لوگوں کی آمادگی

مسئلہ تعلیم و تربیت کا بھی تقاضا تھا کہ نزول قرآن تدریجی ہو کیونکہ یکبارگی لوگوں کو تعصب، تفاخر اور باطل عقائد سے دور کر کے تقوی و پرہیزگاری اور صحیح عقائد پر لانا ممکن نہ تھا لہذا تدریجی صورت

کارآمد تھی جیسے شراب نوشی کی حرمت تدریجی طور پر کامیاب ہوئی، خدانے پہلے مرحلہ میں لوگوں کو شراب کے موضوع اور اس کے منشا کی جانب متوجہ کیا۔

ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکرا۔ (نحل،٦٧)

کھجور اور انگور سے تم لوگ مسکرات حاصل کرتے ہو۔ اس کے بعد کے مرحلہ میں صحیح تفکر کو بیان کیا۔

یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس و اثمهما اکبر من نفعهما۔ (بقرہ،٢١٩)

تم سے وہ لوگ شراب کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے منفعت ہے ان دونوں کا گناہ منفعت سے بڑا ہے۔

تیسرے مرحلہ میں لوگوں سے شراب کے مورد (مقام) میں محدودیت کو وجود میں لایا ہے: یاایهاالذین آمنوالاتقربوا الصلاة وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون۔ (نساء،٤٣)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

پھر آخری مرحلہ میں حرمت شراب کا قطعی حکم بیان کر دیا:

یا ایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون۔ (مائدہ،٩٠)

اے ایمان دارو! شراب، قمار، بت و ازلام رجس اور عمل شیطان سے ہیں اس سے پرہیز کرو تاکہ کامیاب ہو۔

قرآن میں تحریف کا نہ ہونا

نزول قرآن کے زمانہ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کلمات کو لکھنے کے وسائل و اسباب زیادہ لوگوں کیلئے نہیں تھے کاتبان وحی بھی انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے تو اگر قرآن یکجائی نازل ہوتا تو زیادہ تحریف کا احتمال ہوتا اور نزول تدریجی کی بنا پر عدم تحریف کا یقین ہوتا ہے کیونکہ آیات کے

نزول کے ساتھ مسلمانوں کے پاس زیادہ وقت تھا کہ آیات کو یاد کرلیں اور پھر بعد میں نازل ہونے والی آیتوں کو محفوظ کرلیں، اس سے قرآن میں تحریف کا امکان معدوم ہوا۔

نزول آیات حوادث کے ہمراہ

قرآن کی بہت سی آیات مختلف حوادث کے سلسلہ میں جیسے صلح، ناکامی و کامیابی اور جنگ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ایسے واقعات کا وجود تدریجی طور پر ہوا ہے تو لازم تھا کہ جن آیتوں کا تعلق ان واقعات سے ہو وہ تدریجی طور پر نازل ہو۔

آیتوں کے محتوی و مشتملات پر تامل

تدریجی نزول کا دوسرا راز یہ ہے کہ اس کی بنا پر مسلمانوں میں آیات کے بارے میں تامل و تدبر پیدا ہوا اور جب تدریجی طور پر نزول ہوا تو مسلمانوں کو زیادہ تدبر کا موقع ملا۔

اظہار عظمت و حقانیت قرآن:

قرآن مجید کے مخاطب نقاد و سخن سنج افراد ہونے کے ساتھ متعصب و لجوج بھی تھے اور اس پیغام الٰہی کو روکنے کیلئے ہر طرح کا حیلہ تیار کرتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آیتوں کی دلنشینی، آہنگ اور تناسب سخت دلوں کو نرم کر رہی تھی۔

قرآن مجید کی مکرر تحدی مختلف مراحل میں اور مشرکین کی عاجزی کا اعلان اس آسمانی کتاب کی حقانیت کو لوگوں کیلئے واضح کرتی جا رہی تھی یہ تمام امور نزول تدریجی کے زیر سایہ ہی ممکن تھے۔

وحی الٰہی اور اس کے نزول کی کیفیت

وحی کا تعلق علم کلام سے ہے اس لئے اس کی بحث علم کلام میں ہونا چاہئے لیکن اس کا رابطہ تاریخ قرآن سے بھی ہے آیات قرآنی کا نزول وحی کے طریقہ سے ہوا ہے اس لئے تاریخ قرآن کے سلسلہ میں وحی کی بحث لازم ہے۔

ایسی صورت میں وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی کے بارے میں پہلے گفتگو ہوگی پھر اس کے بارے میں جو شکوک واعتراضات ہوتے ہیں ان کے بارے میں بحث ہوگی۔

وحی کے لغوی معنی

کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے معنی ایک ہیں لیکن مختلف استعمالات کی بنا پر یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ تمام اس لفظ کے معنی ہیں جن میں وہ استعمال ہوا ہے، کچھ الفاظ کیلئے ممکن ہے کہ گزرتے زمانہ کے ساتھ اپنے اولین معنی کو ختم کر کے دوسرے معنی آگئے ہوں اس لئے لغوی معنی کی جانب متوجہ ہونا ضروری ہے۔

اہل لغت نے وحی کے مختلف معانی نقل کئے ہیں:

ابن منظور نے کہا ہے: الوحی الاشارۃ و الکتابۃ والرسالۃ والالھام و الکلام الخفی وکل ما القیتہ الی غیرك ووحی الیہ ای کلمہ بکلام یخفیہ من غیرہ۔

(لسان العرب، مادہ وحی)

راغب نے اپنی کتاب مفردات میں وحی کے بارے میں تحریر کیا ہے: اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ ولتضمن السرعۃ قیل امر وحی ای سریع۔ (معجم مفردات الفاظ قرآن)

ابن فارس نے وحی کے بارے میں تحریر کیا ہے: و ح ی اصل یدل علی القاء علم فی خفاء او غیرہ والحی الاشارۃ والوحی الکتابۃ والرسالۃ وکلھا القیتہ الی غیرك حتی علمہ فھو کیف کان وکل ما فی باب الوحی فراجع الی ھذا الاصل۔ (معجم المقاییس اللغۃ، ج۶، ص۹۳)

اہل لغت کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ وحی کے لغوی اعتبار سے مختلف معانی ہیں جیسے اشارہ، الہام، لکھنا، تفہیم، القاء سریع و مخفی، یہ آخری، معنی تمام مصادیق وحی میں موجود ہیں۔

وحی کے اصطلاحی معنی

محققین کی اصطلاح میں وحی سے مراد انبیائے الٰہی کا معنوی ارتباط ہے تاکہ اس کے ذریعہ پیغام آسمانی کا مخصوص طریقہ پر القاء ہو جائے۔ (مناہل العرفان، ج۱، ص۶۴)

اس بنا پر ٹیلیفون، ٹیلیگرام وغیرہ کے ذریعہ سے پیغام کا پہونچانا اگرچہ لغوی اعتبار سے اسے وحی کہا جاتا ہے لیکن اصطلاحی معنی کے لحاظ سے وہ وحی نہیں ہے اس بنا پر وحی کے اصطلاحی معنی لغوی معنی سے اخص ہیں لیکن لغوی خصوصیت اصطلاحی معنی میں موجود ہیں یعنی پیغمبران الٰہی پیغامات کو دوسروں کے مقابلہ میں مخفیانہ اور جلدی درک کر لیتے ہیں۔

مسیحیوں کی نظر میں وحی سے مراد وہ حقیقت ہے جو خدا کی طرف سے کتاب مقدس کے ذریعہ لوگوں تک پہونچتی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں وحی ارادہ خدا ہے انسان کی نسبت سے، کلام مکتوب و مخصوص الٰہی پیغام ہے جو گذشتہ زمانہ میں قدیسین اور وہ لوگ ہیں جو روح القدس سے گفتگو کی ہے پہونچا ہے۔ (دائرۃ المعارف امریکانا، ج۲۳، ص۴۴۰، منقول از کتاب تحلیل وحی از دیدگاہ اسلام و مسیحیت ص۱۰۱)

لفظ وحی سے کتاب مقدس میں مراد اس حالت پر دلالت کرتا ہے جب انسان مستقل طور پر خدا کی تاثیر میں ہوتا ہے۔ وحی کے معنی انسان کا تمام چیزوں سے مجرد ہونا ہے اس طریقہ سے کہ انسان ذریعہ ہو جائے کلام و مشیت الٰہی کے جاری ہونے کا۔ (حوالہ سابق، ص۱۰۲)

قرآن میں وحی کے معنی

لفظ وحی اپنے مشتق الفاظ کے ذریعہ قرآن مجید میں ستر بار سے زیادہ استعمال میں آیا ہے اور زیادہ مقامات پر اس کا استعمال اس معنی میں آیا ہے کہ تشریعی پیام کو پیغمبروں کے ذریعہ حاصل کرنا ہے۔ وحی کا استعمال دوسرے معانی میں بھی آیا ہے۔

ا۔ مخفی اشارہ

سورہ مریم میں ارشاد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے جناب زکریا کو بشارت دی کہ وہ صاحب فرزند ہوں گے اور انہیں خداوند عالم کی طرف سے مامور کیا گیا کہ ضرورت کے مواقع پر اپنے مقصود کو اشارہ سے لوگوں کو سمجھائیں

فخرج علی قومه من المحراب فاوحی الیهم ان سبحوا بکرة وعشیا۔ (مریم ۱۱)

وہ اپنی محراب عبادت سے نکلے اور اشارہ سے ان سے کہا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کرو۔

۲۔ غرائز حیوانی کی تدبیر

خداوند عالم نے شہد کی مکھی کے اندر بظاہر تھوڑی طاقت دی ہے کہ بغیر سکھائے اپنے گھر کو پہاڑوں اور درختوں میں بنائے اور پھلوں کا رس چوس کر اپنے فضلہ سے شہد بنائے جس میں بہت سے درد اور بیماری سے شفا ہے چونکہ یہ تدبیر غریزی ایک مخفی پیام کی قسم میں شمار ہوتی ہے اس لئے اسے وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علامہ طباطبائی کا بیان ہے:

لفظ وحی کے موارد استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ معنی کا القاء جو دوسروں سے مخفی رہے وحی ہے تو معنی کا القاء حیوان کے فہم میں اس طرح کہ دوسروں پر مخفی رہے وحی کہا جاتا ہے۔ (المیزان ۱۲/۲۹۲)

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون۔ (نحل، ۶۸)

تمہارے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کیا پہاڑوں، درختوں پر اپنا گھر بنائو۔

۳۔ تدبیر نظام تخلیق

خداوندعالم نے سورہ فصلت میں آسمان وزمین کی تخلیق کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرمایا:

یہ مبین اور دقیق نظام اس طرح عالم میں قرار دیا ہے کہ ہر ایک اپنی ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتا ہے۔

واوحی فی کل مساء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح۔ (فصلت،۱۲)

ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی کی (مقرر کیا) اور نیچے کے آسمان کو چراغوں سے زینت دی۔

علامہ طباطبائی المیزان میں فرماتے ہیں

آسمانوں کو وحی سے مراد آسمان والوں کو وحی کرنا ہے یعنی الٰہی فرشتے کیونکہ وہاں فرشتے موجود ہیں جو خداوندعالم کی جانب سے تدبیر گر ہیں لیکن ظاہری طور پر یہ معنی تب مراد ہوسکتے ہیں جبکہ لفظ اہل پوشیدہ مانا جائے جو ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ پوشیدہ ماننا اس صورت میں صحیح ہوتا ہے جب کوئی دلیل موجود ہوتی ہے۔

۴۔ الہام

خداوندعالم مادر جناب موسیٰؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ہم نے ان کے دل پر الہام کیا کہ اپنے فرزند کو ایک صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے حوالہ کردیں اور کسی طرح کا خوف نہ لائیں کیونکہ ہم ان کو لوٹائیں گے۔

واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوه الیك وجاعلوه من المرسلین۔ (قصص،۷)

۵۔ وحی تشریعی ورسالی

یہ ذکر کیا گیا ہے کہ زیادہ تر لفظ وحی کے تشریعی و ارسالی معنی قرآن میں مذکور ہیں۔ یہ وحی مخصوص ارتباط ہے پیغمبروں سے جو منتخب لوگوں سے مخصوص ہے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیتوں پر توجہ کرنا چاہئے

۱. کذلك یوحی الیك والی الذین من قبلك الله العزیز الحکیم۔ (شوریٰ، ۳)

اس طرح خدائے عزیز و حکیم آپ پر اور آپ سے پہلے کے انبیاء پر وحی نازل کرتا ہے۔

۲. نحن نقص علیك احسن القصص بما اوحینا الیك هذا القرآن۔ (یوسف، ۳)

ہم نے بہترین قصوں کو قرآن کے ذریعہ تمہارے لئے بیان کیا ہے۔

۳. انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده واوحینا الی ابراهیم۔ (نساء ۱۶۳)

ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کیا ویسے ہی جیسے جناب نوح اور دیگر انبیاء پر نازل کیا تھا۔

جب یہ لفظ قرآن میں مطلق قرینہ سے خالی استعمال میں آتا ہے تو اس سے مراد وحی تشریعی ہوتی ہے۔

وحی کی یہ قسم عام طور پر انسانی عقل میں نہیں سماتی ہے کیونکہ یہ گفتگو ایک منتخب فرد کا ارتباط دوسرے عالم سے ہوتا ہے تاکہ غیبی پیام کو مخصوص حالت کے ساتھ درک کرے۔

ہمارے لئے اس وحی اور پوشیدہ امر کو بھی پہچاننے کا طریقہ صرف آثار و علامات کے ذریعہ ہے جو وحی کے وقت میں پیغمبر پر عارض ہوتے ہیں۔

وحی کی اس قسم اور الہام کے درمیان فرق یہ ہے کہ وحی رسالی وہ شناخت ہے کہ شخص کو یقین ہوجاتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے بر خلاف الہام کے یہ بھی شناخت کی ایک قسم ہے لیکن شخص یہ نہیں جانتا ہے کہ اسے کہاں سے الہام ہوا ہے۔

آخر میں اس نکتہ کا ذکر کرنا لازم ہے کہ وحی کے ایک معنی سے زیادہ نہیں ہیں اور وہ مشترک معنوی کے طریقہ پر استعمال ہوتا ہے اور جن تمام معانی کو اہل لغت نے بیان کیا ہے وہ مصداق و موارد استعمال کے باب سے ہے ایسا نہیں ہے کہ لفظ وحی کے مختلف معانی ہیں۔

کیفیت نزول وحی

پیغمبر اسلامؐ بعثت سے قبل لوگوں سے دور رہتے تھے، غار حرا میں تنہا رہتے تھے تو ابتدا میں رویائے صادقہ ان کیلئے فراہم ہوئے اور یہ آنحضرت کی نبوت، نزول وحی اور آیات قرآن کریم تک پہونچا۔

نزول قرآن گوناگوں صورت میں ہوا جس کی طرف بعض روایتوں میں اشارہ ہوا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ پیغمبر ختمی مرتبتؐ نے حارث بن ہشام کے سوال کے جواب میں کیفیت نزول وحی کو بیان فرمایا:

کبھی کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح آواز کان میں پہونچتی تھی، وحی کی یہ قسم بہت سخت اور سنگین ہوتی تھی پھر یہ آواز منقطع ہوجاتی تھی اور میں اسے لے لیتا تھا جو جبریل کہتے تھے اور کبھی جبریل انسانی صورت میں نازل ہوتے تھے اور مجھ سے گفتگو کرتے تھے میں ان کی گفتگو کو یاد کرلیتا تھا، یہ وحی میرے لئے آسان ہوتی تھی۔ (الاتقان فی علوم القرآن، جلد ا و بحار جلد ۲ و صحیح البخاری جلد ا)

کیفیت نزول وحی کے متعلق امام خمینیؒ کا نظریہ

امام خمینیؒ کیفیت وحی کے تعلق سے فرماتے ہیں

کیفیت نزول وحی ان امور میں سے ہے جس کو رسول خداؐ اور رسول خداؐ سے خلوت میں ساتھ رہنے والے کے علاوہ یا جن پر الہام ہوا ہے کیفیت نزول وحی کو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے لہذا جب بھی اس کی معرفی کرنا چاہتے ہیں تو عام زبان سے معرفی کرتے ہیں خداوند عالم اس عام آدمی کی زبان سے خود کو شتر یا آسمان یا زمین سے معرفی کرتا ہے۔ (صحیفہ نور، جلد ۱۷)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

یہ روحانی فشار جو پیغمبر پر وارد ہوا ہے یہ فشار کی کونسی صنف ہے اور کونسی حالت حاصل ہوئی ہے، کیفیت نزول وحی اور روح اعظم کا رسول خدا کیلئے نازل ہونا اس کی وضعیت کیا تھی، ہمارے ہاتھ وہاں تک رسائی سے کوتاہ ہیں ہم ایک چیز بہت دور سے سنتے ہیں اور اس کا ادراک نہیں کرسکتے ہیں۔ (حوالہ سابق)

متعدّد روایات میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر ہنگام وحی اتنی سنگینی اور دباؤ کا احساس کرتے تھے کہ بدن مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگتا تھا اور اگر سواری یا اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو وہ حیوان جھکتے جھکتے زمین تک پہونچ جاتا تھا۔ (تفسیر عیاشی، ۳۸۸/۱)

عبادہ کا بیان ہے کہ وحی نازل ہونے کے وقت پیغمبرؐ کے چہرہ کا رنگ متغیّر ہو جاتا تھا اور اس حالت میں آپ سر کو جھکا لیتے تھے جیسا کہ امام خمینیؒ نے فرمایا ہے کہ اصل وحی کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے ہم انسانوں کیلئے ہم اس کی حقیقت کے سمجھنے سے قاصر ہیں صرف اس کے آثار جو روایات میں بیان ہوئے ہیں اس کے ذریعہ کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں۔

وحی رسالی کے اقسام

محققین اقسام وحی رسالی کو بیان کرنے کیلئے اس آیہ شریفہ سے استدلال کرتے ہیں:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم۔ (شوری ۵۱) کسی انسان کے شایان شان نہیں ہے کہ خدا اس سے گفتگو کرے مگر وحی کے ذریعہ یا

حجاب کے پیچھے سے یا کوئی رسول بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے کیونکہ وہ بلند مرتبہ اور حکیم ہے۔

اس سے استفادہ ہوتا ہے کہ وحی رسالی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وحی بغیر واسطہ، ۲۔ وحی بذریعہ ایجاد آواز، ۳۔ وحی بصورت ملک

۱۔ وحی بلاواسطہ (وحی مستقیم)

یہ سخت ترین نوع وحی ہے کہ پیغمبر بغیر واسطہ مبدا جہان ہستی سے ارتباط کرتا تھا ان کا وجود مبارک نور وحی کی شعاع کے مقابل ہوتا، کچھ آیتوں میں ایسی وحی کی جانب اشارہ ملتا ہے۔

۱. وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم۔ (نمل ۶)

بیشک یہ قرآن حکیم و علیم کی طرف سے آپ پر القاء ہوا ہے۔

۲. ثم دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى۔ (نجم، ۸ تا ۱۰)

پھر نزدیک تر اور نزدیک ہوا یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے کمتر فاصلہ رہ گیا اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل کیا۔

اس نوع وحی میں روح پیغمبر نور حق کی تجلی گاہ ہوتی ہے جسم آنحضرت کو لرزہ ہو جاتا تھا اور پیشانی پر پسینہ آجاتا تھا اسے پونچھا جاتا تھا کپڑے سے پونچھ دیا جاتا تھا اور کبھی کبھی رخسار مبارک سرخ و نیلا پڑ جاتا تھا اور کبھی اتنی سنگینی ہوتی کہ جس سواری پر سوار ہوتے وہ بیٹھ جاتی تھی۔

امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ حالت وحی مستقیم کی صورت میں ہوتی تھی۔

(بحار جلد ۱۸؛ امالی صدوق ۳۱)

عن زراره قال جعلت فداك الغشيه التى تصيب رسول الله اذا نزل عليه الوحى؟ فقال ذلك اذا لم يكن بينه وبين الله احد ذاك اذا تجلى الله له۔ (بحار، المیزان)

زرارہ نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام سے سوال کیا اس غشی کے بارے میں جو وحی کے وقت نبی اکرم پر عارض ہوتی تھی امام نے فرمایا یہ حالت اس وقت ہوتی تھی جب نبی اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا تھا خداوند متعال اپنی عظمت وجلالت کے ساتھ تجلی فرماتا تھا۔

۲۔ آواز ایجاد کرنے کے ذریعہ وحی (حجاب کے پیچھے سے کلام)

یہ بلاواسطہ وحی ہے خدا فضا میں یا کسی چیز کے اندر آواز پیدا کرتا ہے جیسے درخت میں آواز پیدا کرنا ایسی صورت میں متکلّم خدا ہوتا ہے اس کے کلام کا مظہر درخت ہوتا ہے جیسا کہ جناب موسی کیلئے ہوا۔

فلما اتاها نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعه المبارکه من الشجرة ان یا موسی انی انا الله رب العالمین۔ (قصص، ۳۰)

۳۔ وحی بواسطہ ملک

ملک کے واسطہ سے وحی کا آنا جیسا کہ جبریل امین کلام خدا کے رسول اکرمؐ تک منتقل کرنے کا ذریعہ تھے مختلف آیات قرآنی اس پر دلیل ہیں:

۱. وانه لتنزیل رب العالمین نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین۔ (شعراء ۱۹۲ تا ۱۹۴)

یقیناً قرآن عالمین کے پروردگار کی جانب سے نازل ہوا ہے جبرئیل نے نازل کیا آپ کے قلب پر تاکہ آپ انذار کرنے والوں میں ہوں۔

۲. قل نزله روح القدس من ربك بالحق۔ (نحل ۱۰۲)

کہہ دیجئے روح القدس نے اللہ کی جانب سے حق کے ساتھ قرآن کو نازل کیا۔

۳. قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبك باذن الله۔ (بقرہ ۹۷)

جو لوگ دشمن جبرئیل ہیں ان سے کہدیں کہ جبرئیل نے قرآن کو حکم خدا سے آپ کے قلب پر نازل کیا ہے۔

۴. انه لقول رسول کریم ذی قوة عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین۔ (تکویر ۱۹)

یہ کلام کریم کا پیغام ہے جو صاحب قدرت اور صاحب عرش کے پاس مکین آسمانوں میں اسکی اطاعت ہوتی ہے اور وہ امین ہے۔

ملک مختلف انداز میں ظاہر ہوتا تھا کبھی اپنی اصلی صورت میں، کبھی انسان کی صورت میں جیسے دحیہ کلبی کی شکل میں۔ (التمہید، ۱/۶۲)

دحیہ کلبی وہ بزرگ شخص تھے جن کا رومیوں سے رابطہ تھا وہ جنگ احد یا خندق کے بعد اسلام لائے پیغمبر نے ان کو قیصر روم کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے اسلام کی دعوت دیں، بیان کیا گیا ہے کہ دحیہ کلبی خوبصورتی میں ضرب المثل تھے ان کا انتقال سنہ ۴۵ ہجری میں دمشق میں ہوا۔ (اصابہ، جلد ۱ و التہذیب ابن عساکر، ۵/۲۶۸)

وحی کے تعلق سے ناسازگار تحلیل

زمانہ نزول قرآن میں کچھ مخالفین نے کچھ تہمتیں لگائیں کہ قرآنی آیتیں انسان کی ایجاد کردہ ہیں، پیغمبر مجنون اور ساحر ہیں، گزشتہ کتابوں سے اقتباس کیا ہے، افسانہ تیار کیا ہے، اب جبکہ بعثت پیغمبرؐ کو صدیاں گزر چکی ہیں کچھ مستشرقین وحی کے بارے میں کچھ ایسے مطالب کا اظہار کرتے ہیں جو صدر اسلام کی مشرکین کی قرآن پر تہمتوں کے مثل ہیں، کچھ مستشرقین کا یہ عقیدہ ہے کہ وحی تجربہ، فرہنگ و

ثقافت زمانہ اور گذشتہ دینی کتابوں سے حاصل کی گئی ہے۔ اسی کی مختصر شرح اور وضاحت کی جاری ہے۔

ا۔ دینی تجربہ

اس کے دعویداروں کا کہنا ہے کہ بعض انسان صفات برجستہ اور امتیازی خصوصیات کے حامل ہونے کی وجہ سے بعض ماورائے طبیعت مفاہیم کا مشاہدہ کرتے ہیں جو حس، عقل و ادراک سے حاصل نہیں ہوتے ہیں اور دوسروں تک منتقل کرنے کے قابل نہیں ہوتے اس طرح ان کا عقیدہ ہے کہ جس وحی کی نسبت پیغمبرؐ کی طرف دی جاتی ہے وہ ان کی پوری زندگی کے تجربات کا حاصل ہے یہ مخصوص فرد کیلئے منحصر نہیں ہے اس کا امکان ہے کہ دوسرے افراد کیلئے بھی حاصل ہو اس لئے پیغمبرؐ نے وحی کو خدا کی جانب سے دریافت نہیں کیا ہے۔

اس نظریہ کا اثر یہ ہوا کہ مغرب میں انبیاءؑ پر عقیدہ کمزور ہوا اور مسیحیوں و عیسائیوں کا حضرت عیسی پر عقیدہ ضعیف ہو گیا۔۔۔۔۔۔ یہ فکر اساس دین کو کمزور کرنے کا سبب ہوتی ہے۔

۲۔ فرہنگ و ثقافت زمانہ

اس نظریہ کی بنا پر ممکن ہے وحی کی دریافت معاشرہ کی اجتماعی، سیاسی اور جغرافیائی خصوصیات سے متاثر ہو جس نے آیات کے مشتملات پر اثر ڈالا ہو۔ کچھ مستشرقین نے اس نظریہ کیلئے پیغمبرؐ کے حالات مشترک ضرب المثل قرآن و اعراب کے درمیان سے شواہد ذکر کئے ہیں۔

ہوبرٹ گریمہ فرانسی مستشرق کا بیان ہے:

محمدؐ نے ابتدا میں لوگوں کو ایک مشترک تفکر کی جانب دعوت دی اس لئے لازم نہیں ہے کہ اس کے دین کی جڑ کو گذشتہ ادیان میں تلاش کیا جائے کیونکہ ان کا شمار ایک ایسے اجتماع میں ہوتا جن کا

مقصد فقراء اور دولتمندوں کے درمیان طبقاتی فاصلہ کو مٹانا تھا اور اس ذمہ داری کو بروئے کار لانے کیلئے معنوی لحاظ سے معاد وقیامت کے اعتقاد سے انہوں نے استفادہ کیا۔

جان ہیک کا بیان ہے:

مختلف ادیان میں متفاوت دینی واقعات ہیں جن میں ہر ایک نے آخر میں تاریخ بشر میں تفاوت کا آغاز کیا اور اپنی عقلی آگاہی کو ایک فرہنگی وثقافتی فضا سے حاصل کیا ہے۔

۳۔ سابق کی کتابوں سے اقتباس

بعض مستشرقین کا کہنا ہے کہ قرآن، توریت سے حاصل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں:

خدا نے مستقل شریعت، پیغمبر کو نہیں دی بلکہ انہیں کتاب توریت کی طرف لوٹایا ہے، یوسف درّہ حدّاد نے اپنی کتاب میں قرآن کی آیتوں سے استفادہ کرتے ہوئے، چند دلیلیں بھی دی ہیں ان تمام آیتوں کو بارہ فصلوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

الف: دین حنیف اسلام سے قبل پورے عرب میں موجود تھا جس کا زیادہ جلوہ معنویت اور اخلاق کے سلسلہ میں تھا۔

ب: پیغمبرؐ کے مکہ و مدینہ کے مواضع (مواقف) یہودیوں اور مسیحیوں کے بارے میں متفاوت اور ان کے موضع گیری سے متاثر ہے۔

ج: پیغمبرؐ خاتم کے ظہور کی خوش خبری توریت وانجیل میں آئی ہے۔

د: دین یہود اور مسیح کی پیروی کرنے والے مشرکوں کی نسبت سے برتری رکھتے ہیں اس طرح ممکن ہے مسالمت آمیز زندگی کے قبول کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ اسلامی حکومت کی پناہ میں اپنے دین پر باقی رہیں۔

ھ: قرآن نے متعدّد آیتوں میں اعتراف کیا ہے کہ دشمن پیغمبرؐ پر کتب آسمانی کے مطالب کے اقتباس کا اتہام لگاتے ہیں جیسے: اِن ہٰذا لفی الصحف الاُولی صحف ابراہیم و موسی اور کچھ دوسری آیتیں جو توریت کو امام کے طور پر پہچنواتی ہیں اس مطلب کی شاہد ہیں۔

تنقید و تحلیل

یہ دلائل اگرچہ علمی لحاظ سے خوبصورت دکھتے ہیں لیکن ان میں کوئی قدر و قیمت نہیں پائی جاتی۔ یہ دراصل حدّاد کے نظریہ کا جواب ہے جو پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ قرآن کی آیتوں کی ایک دوسرے کے ساتھ تفسیر و معنی کرنا چاہئے، حدّاد نے دوسری آیتوں کو جو صراحت کے ساتھ قرآن کو وحی الٰہی قرار دیتی ہیں اور کتب گذشتہ سے اقتباس کی نفی کرتی ہیں اسے یا تو بھلا دیا یا خود کو جہالت میں رکھا ہے جیسے؛ سورہ ہود کی آیت ۴۹: تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک۔ [یہ غیب کی خبریں ہیں جو تمہاری طرف وحی کیا ہے] اور سورہ شعراء کی آیت ۱۹۲: وانہ لتنزیل رب العالمین۔ [یہ قرآن دونوں جہاں کے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے]

۲۔ دو دین میں مشترکات کا وجود ایک دوسرے سے اقتباس کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اکثر ادیان الٰہی عقائد، احکام، اخلاق وغیرہ میں مشترک امور رکھتے ہیں جبکہ ان کا کوئی ربط ایک دوسرے سے اقتباس کے عنوان سے نہیں ہے بلکہ یہ علامت ہو سکتا ہے کہ ان تمام مشترک امور کا صدور وحی کے نام سے ہو۔

۳۔ جناب موسیٰؑ کی کتاب کے بارے میں ہم قبول کرتے ہیں کہ اس کتاب کی قرآن میں بعنوان امام معرفی ہوئی ہو لیکن یہ کہ کتاب توریت کی کوئی امامت قرآن کی نسبت سے نہیں ہے اور اس کتاب سے قبل کتاب موسیٰؑ، پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب نشانہ تورات سے ہم آہنگ ہے جبکہ یہ فصیح عربی زبان میں ہے۔ (نقد اہم آرای مستشرقین پیرامون قرآن، ۲۴۶)

۴۔ اس طرح کے نظریات کو پیش کرنا حقیقت میں انکار نبوت ہے کہ یہ افراد انبیاء الٰہی کو سادہ لوح و دروغ گو فرض کرتے ہیں جبکہ ان کی صداقت سب پر واضح اور ظاہر ہے

۵۔ یہ افراد انسان کو بالکل مادی موجود گمان کرتے ہیں جبکہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے اور انسانی روح مادیات کی سنخ سے نہیں ہے یعنی انسان صرف جسمانی چیزوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ بلند تر وجود رکھتا ہے جو اس کو جہاں مادہ سے برتر قرار دیتا ہے قرآن مجید نے مراتب خلقت انسانی کے تذکرہ میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلته نطفة فی قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما ثم انشاناه خلقا آخر فتبارك الله احسن الخالقين۔

(مومنون، ۱۲ تا ۱۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفے کی صورت میں ایک اطمینا ن بخش جگہ (رحم) میں رکھا۔ پھر نطفے کو علقہ (جمے ہوئے خون) کی صورت دی اور علقہ کو مضغہ (گوشت کے لوتھڑے کی سی چیز) کی شکل بخشی اور پھر ہم نے اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل دی۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، اس کے بعد ہم نے اس کو ایک نئی صورت میں پیدا کیا، وہ خدا عظیم ہے. جو خلق کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے: الذی احسن کل شیء خلقه وبدا خلق الانسان من طين ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين ثم سواه ونفخ فيه من روحه۔ (سجدہ، ۷ تا ۹)

جس نے جو چیز بھی بنائی خوب بنائی اور انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی پھر اس کی نسل انسانی جسم کے خلاصہ یعنی نطفہ کے سے ذلیل پانی سے بنائی اس کے بعد اس پتلے کو درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔

اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وحی ایک فکری ظاہر یا انعکاس اپنے حالات درونی و خارجی کا یا معاشرہ کا نہیں ہے بلکہ ایک روحی وجود ہے ان افراد میں پایا جاتا ہے جو بلند ترین خصوصیات روحی رکھتے ہوں اور جن کو یہ افراد غرض پسند یا جاہل کہتے ہیں تو اسے کسی طرح قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ (تاریخ قرآن معرفت، ۱۵)

دوسرے شبہ کی تحقیق

بعض لوگ حقیقت وحی کے ادراک سے عاجز ہونے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ وحی تمام معارف بشر کی مانند ہے جس کی تردید ممکن ہے انہیں اس سلسلہ میں شک ہوا ہے افسوس یہ ہے کہ یہ افکار بعض مسلمانوں کے درمیان بھی راسخ ہو گئے ہیں، یہ گروہ خیال کرتا ہے کہ ممکن ہے پیغمبر کو تلقی وحی میں اشتباہ ہو جائے، حقیقت کو تشخیص نہ کرے اور فرشتہ کی بات کو شیطان سے جدا نہ پہچانے

شائد یہی موہوم خیالی سبب ہوئی ہے کہ وہ ورقہ بن نوفل کے افسانوی خیال سے دل خوش کرتے ہیں جبکہ وحی ایک تعلیم غیبی سے انسان کی دسترس سے بعید ہے اگر انسان ہزاروں سال تک بھی فکر و اندیشہ میں کمال پیدا کر لے تب بھی اس کیلئے ممکن نہیں ہے کہ تمام رموز اسرار الٰہی کو پا سکے۔

افسانہ ورقہ بن نوفل اور اسکی تحقیق

محققین واقعیت اور حقیقت نے بیان کیا ہے کہ وحی تعلیم قدسی و ملکوتی ہے جو خداوند عالم کی جانب سے علم حضوری کی صورت میں پیغمبر کیلئے متجلی ہوتی ہے جس کے الٰہی ہونے میں کوئی شک پیغمبرؐ کیلئے باقی نہیں رہتا ہے جیسا کہ کچھ آیتوں میں بیان ہوا ہے۔

۱. وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم۔ (نمل ۹)

اور یقینا یہ قرآن حکیم و جاننے والے کی طرف سے تم پر القاء کیا گیا۔

۲. قل انزله الذين يعلم السر فى السمٰوات والارض. (فرقان ۶)

کہہ دیجئے کہ یہ قرآن اس نے نازل کیا ہے جو زمین وآسمان کے اسرار کو جانتا ہے۔

۳۔ فاعلموا انما انزل بعلم اللہ۔ (ہود ۱۴)

جان لو کہ قرآن صرف علم الٰہی سے نازل ہوا ہے۔

اور بعض منابع میں ایسے مطالب دیکھنے میں آتے ہیں جو شان پیغمبرؐ سے بعید ہیں جیسے؛

جب پہلی بار غار حرا میں آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی جبکہ آپ پہاڑ کی بلندی سے نیچے اتر رہے تھے تو انہوں نے ہر طرف آوازیں سنیں اور وہ ہر طرف دیکھتے تھے، تو انہوں نے اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھوں سے چھپایا اور اضطراب کی حالت میں خود کو اپنے گھر پہونچایا جبکہ بہت تھکے ہوئے نظر آرہے تھے وہ خدیجہؑ کی جانب پہونچے جب ان کی زوجہ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے ان کے سر کو دھلایا تاکہ ان کی وحشت کم ہو۔ پیغمبرؐ نے اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعہ کو جناب خدیجہؑ سے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے تشویش ہے لیکن خدیجہؑ نے دلداری کرتے ہوئے کہا کہ کوئی نگرانی کا مقام نہیں ہے خدا آپ کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا کیونکہ آپ صداقت کے علاوہ نہیں بولتے اور سختیوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (ابن ہشام سیرۃ نبویۃ، ۱/۱۹۱)

اس داستان کو آگے بڑھاتے ہوئے بیان ہوا ہے کہ خدیجہؑ کو پیغمبرؐ کی سچائی میں کوئی شک نہیں تھا کیونکہ وہ انہیں بخوبی پہچانتی تھیں اور کوئی نامناسب بات کبھی نہیں سنی تھی لیکن وہ چاہتی تھیں کہ یہ بات دوسروں سے بھی سنیں اس لئے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں اور جو کچھ سنا اور دیکھا تھا ان سے بیان کیا۔ ورقہ علماء میں سے تھے انہوں نے تھوڑی دیر فکر کی اور ان سے کہا کہ یہ وہ منزلت ومقام ہے جو موسی بن عمرانؑ کو دیا گیا ہے۔ (فروغ ابدیت جعفر سبحانی، ۱/۳۲۰)

اس کے بعد خدیجہؑ سے کہا وہ پیمبر ہیں ان سے کہہ دو کہ اپنی راہ میں مستحکم رہیں۔

بعض کتابوں میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ جب خدیجہ مسائل سے واقف ہوگئیں تو اپنے شوہر سے کہا کہ آپ مجھ کو اپنے دوست جبریل کے بارے میں خبر دیں گے جو آپ کے پاس آتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں، میں بتاؤں گا۔ اس طرح ایک بار جب جبریل آنحضرتؐ کے پاس آئے تو پیغمبر نے ان کو خدیجہؑ کو بتایا۔ خدیجہؑ نے کہا کہ آپ میرے داہنے پیر پر بیٹھیں آنحضرتؐ بیٹھ گئے۔ خدیجہؑ نے کہا کہ کیا آپ ان کو دیکھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، پھر خدیجہؑ نے کہا کہ میرے بائیں پیر پر بیٹھو جب وہ بیٹھے تو سوال کیا کہ دوبارہ ان کو دیکھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، پھر خدیجہؑ نے کہا کہ میرے دامن پر بیٹھو اس وقت جو کچھ سر پر تھا اسے ہٹایا اور پوچھا کیا ان کو دیکھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں دیکھتا ہوں۔ اس وقت خدیجہؑ نے آنحضرتؐ سے کہا کہ وہ ملک ہے شیطان نہیں ہے۔ (التمہید جلد ۱؛ السیرۃ النبویۃ؛ صحیح البخاری؛ جامع البیان ابن جریر طبری)

افسانہ غرانیق

قریش کے سردار ولید، عاص و اسود وغیرہ نے پیغمبرؐ سے ملاقات کر کے درخواست کی کہ اختلاف کو دور کرنے کیلئے دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے کے خداؤں کو قبول کریں اس وقت سورہ کافرون نازل ہوا اور پیغمبرؐ کو حکم دیا گیا کہ ان کے جواب میں کہہ دیں: لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد [میں اس چیز کی عبادت نہیں کر سکتا جس کی تم کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کر سکتے ہو جسکی میں کرتا ہوں] اس کے باوجود پیغمبرؐ نے کفار قریش سے کنارہ کشی نہیں کیا اور اپنے سے کہا کاش ایسا قانون نازل ہوتا جو ہمارے قریش سے فاصلہ کو کمتر کر دیتا۔

ابن جریر نے بخیال خود صحیح سند سے محمد بن کعب، محمد بن قیس اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ کعبہ کے پاس تھے آنحضرتؐ سورہ والنجم کی قرائت میں مشغول تھے اور خود سوچ رہے تھے کہ اچھا ہے کہ آیتیں خدا کی جانب سے مشرکوں سے قریب ہونے کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ آنحضرتؐ خود مشرکوں سے قریب ہونے کی طرف مائل تھے اور چاہتے

تھے کہ اس سلسلہ میں نازل ہوا اس بنا پر جب سورہ والنجم نازل ہوئی تو انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آیت " افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری "[کیا تم نے دیکھا لات وعزی اور منات کو]۔ پر پہونچے اس وقت شیطان نے ان پر جملوں کا اضافہ کیا: تلك الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ پیغمبرؐ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ جملے بھی وحی الٰہی ہیں اس کو قریش کے موجود گروہ کیلئے پڑھا پھر باقی سورہ کے حصہ کو پڑھنا جاری رکھا جب سورہ مکمل ہو گیا، پیغمبرؐ اور مسلمانوں نے سجدہ کیا اور مشرکوں نے بھی بتوں کی شفاعت کے امید میں سجدہ کیا جس وقت یہ خبر ان مہاجرین کو ملی جو حبشہ کی جانب ہجرت کر کے جا چکے تھے تو مکہ واپس ہوئے اس حالت میں کہ اس مسئلہ سے مکمل راضی تھے۔

بعض خبروں میں یہ بھی آیا ہے جب ہوا تاریک ہو گئی جبریل پیغمبرؐ پر نازل ہوئے اور ان سے اس سورہ کو پڑھنے کی خواہش کی آنحضرتؐ نے پڑھنا شروع کیا، جب ان دونوں جملوں تک پہونچے تو جبریل نے پوچھا کہ یہ جملے کہاں سے لائے اس وقت پیغمبرؐ اپنے اشتباہ کی جانب متوجہ ہوئے کہ یہ خدا پر افترا ہے اس سے سخت تکلیف و ناراضگی محسوس کی۔ (جامع البیان، جلد۶؛ در منثور، جلد۶؛ فروغ ابدیت جلد۱)

ان مطالب کے سلسلہ میں ہم کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ یہ افسانے واقعیت رکھتے ہیں یا نہیں

۱۔ یہ دونوں داستانیں مقام رسالت و نبوت کیلئے مناسب نہیں ہیں۔

۲۔ یہ دونوں افسانے روایات و آیات کے بھی موافق نہیں ہیں کیونکہ خداوند عالم انبیاء کو دلائل اور روشن نشانیوں کے ساتھ مبعوث کرتا ہے تاکہ ان کیلئے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

۳۔ ان دونوں داستانوں کے نقل کرنے میں کثرت سے اختلافات پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان گھڑی ہوئی ہے۔

۴۔ ان دونوں داستانوں کی سند مرسل ہے اور سند کا سلسلہ کسی ایسے شخص تک نہیں پہونچتا جو اس کا شاہد ہو۔

۵۔ ورقہ بن نوفل تاریخی بیان کے مطابق عیسائی عالم تھا اس نے جس وقت چاہا کہ پیغمبرؐ کے اضطراب کو برطرف کرے تو اس نے صرف نبوت موسیٰؑ کا نام لیا اور کہا: یہ وہی منزل اور مقام ہے جو موسیٰؑ بن عمران کو دیا گیا ہے۔

کیا یہ اس امر کی گواہ نہیں ہے کہ اسرائیلی ہاتھوں کا کھلونا ہو کر داستان سرایوں نے اسے تیار کیا۔

۶۔ اس افسانہ کا آیات قرآنی کے مخالف ہونا واضح ہے قرآن اس کے باطل ہونے کیلئے گواہی دیتا ہے۔ کیونکہ خدا نے پیغمبرؐ کو بشارت دی ہے کہ آیات الٰہی میں باطل کا بالکل گزر نہیں ہے۔

- لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه۔ (فصلت، ۴۲)

باطل آگے سے نہ پشت سے اس میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔

- انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ (حجر، ۹)

ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

تو کیونکر ممکن ہے کہ شیطان آیات قرآنی میں دخل دے اور ان جملوں کا اضافہ کر دے۔

۷۔ اس افسانہ کے تیار کرنے والے نے کتنے غیر موزون کلمات کو آیات میں جگہ دی ہے کیونکہ اسی سورہ میں خدا نے فرمایا ہے:

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔ (نجم، ۳و۴)

نبی اپنی نفسانی خواہشات سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

اس بنا پر کیونکر خدا شیطان کو اجازت دے سکتا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کی فکر میں تصرف کر کے اور جملوں کا اضافہ کر دے۔

غرنوق و غرانیق لغت عرب اور اشعار عرب میں آبی پرندہ کی ایک قسم ہے یا اس جوان کو کہا جاتا ہے جس کا چہرہ سفید اور خوبصورت ہو اور یہ کوئی معنی موافق نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ افسانہ ان خداؤں کے مسئلہ سے مربوط نہیں ہے جس کے بارے میں پیغمبرؐ اور مشرکوں کے درمیان اختلاف تھا۔ (فروغ ابدیت، ص ۳۴۴)

جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مغربی دانشمندوں اور بعض مستشرقین کی مشکل یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کی مادی نگاہ سے تفسیر کرتے ہیں ان میں سے اگر کچھ لوگوں نے وجود خدا اور پیغمبران الٰہی کو قبول بھی کر لیا ہے تب بھی وہ انبیاء کے اس عالم سے ماوراء عالم سے ارتباط کے منکر ہیں اسی وجہ سے توریت و انجیل میں خرافات کا پتہ چلتا ہے اور انہوں نے اس افسانہ کو گھڑا ہے۔ (فرغ ابدیت، ۲۲۶)

اسماء و اوصاف قرآن

قرآن مجید کے ناموں اور اوصاف کے سلسلہ میں مفسرین و محققین اسلامی کے درمیان بہت سی باتیں کہی گئی ہیں یہاں تک کہ مستشرقین نے بھی اس سلسلہ میں قلم فرسائی کی ہے اور ہر ایک نے اپنی معرفت کے اعتبار سے بحث کی ہے۔

زرکشی نے پچپن نام قرآن کے شمار کئے ہیں۔ (البرہان، ۱/۲۷۳)

ابوالفتوح رازی نے تینتالیس نام ذکر کئے ہیں اور ان کی مختصر توضیح بھی کی ہے۔

(روض الجنان وروح البیان، جلد ۱)

علامہ طبرسی نے صرف چار نام ذکر کئے ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے نوے سے زیادہ نام لکھے ہیں جن میں سے زیادہ تر وصفی گوشہ رکھتے ہیں۔ (البرہان، ج ۱)

شائد اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کوئی معین معیار اسمائے قرآن کے بارے میں موجود نہیں ہے ہر شخص نے اپنے ذوق و سلیقہ کے لحاظ سے نام اور اوصاف نقل کئے ہیں اور کچھ لوگوں نے نام اور صفت کو ایک دوسرے میں مخلوط کر دیا ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ چونکہ کوئی قطعی بات زمانہ پیغمبرؐ میں اس مجموعہ کیلئے نہیں تھی لیکن پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد مشہور نام مصحف مسلمانوں کے نزدیک تھا اور جب ابوبکر نے قرآن جمع کیا تو اس بارے میں دوسروں سے مشورہ کیا، کچھ لوگوں نے انجیل اور کچھ نے سفر نام رکھنے کی تجویز رکھی جس کی موافقت نہیں ہوئی، ابن مسعود کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں، میں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی وہاں ایک کتاب دیکھی جسے مصحف کہا جاتا تھا اس طرح مصحف نام اس آسمانی کتاب کیلئے منتخب ہوا۔

(الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۱)

لیکن کچھ مدت کے بعد اس کا نام قرآن دیا اور آج یہی نام مسلمانوں کے درمیان مشہور

رژی بلاشر نے لکھا ہے کہ مسلمان عصر تدوین میں لفظ قرآن کو بعنوان کتاب مشتمل تبلیغ استعمال کرتے تھے اس کے بعد رسم ہوگئی کہ قرآن بنام مصحف جو عربی زبان کی جڑ ہے اس کا نام رکھا گیا۔ (در آستانہ قرآن، ۱۵۸)

حقیقت یہ ہے کہ یہ آسمانی کتاب پیغمبرؐ کے زمانہ میں معین نام سے تھی اور روایات وآیات میں بھی یہی نام معین تھا قرآن کی جمع آوری کی بحث میں زمانہ ابوبکر میں استدلالی طور پر اس موضوع کو بیان کریں گے۔

اسمائے قرآن

اکثر محققین نے اس کتاب آسمانی کے چار نام ذکر کر کے تحقیق کی ہے:

قرآن

یہ لفظ ساٹھ بار سے زیادہ مختلف حالات کے اعتبار قرآن میں آیا ہے جن میں چند مقامات پر مقصود آسمانی کتاب ہے۔

۱. فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم (نحل، ۹۸)
جب قرآن پڑھو تو شیطان کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرو۔

۲. بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ (بروج، ۲۱ و ۲۲)
بلکہ وہ قرآن عظیم ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

۳. انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون۔ (واقعہ، ۷۷)
وہ قرآن کریم ہے جو محفوظ کتاب میں ہے۔

۴. ورتل القرآن ترتیلا۔ (مزمل، ۴)
قرآن کو باقاعدہ ٹھہر ٹھہر کے پڑھو۔



لفظ قرآن اصلا عربی زبان کا لفظ ہے لیکن بعض کا کہنا ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے کیونکہ سریانی میں بھی موجود ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ لفظ مشترک کا وجود دلیل نہیں ہے کہ ایک لفظ دوسری زبان سے لیا گیا ہے۔

لفظ قرآن کی اصل اور معنی کے بارے میں اہل لغت کے درمیان چند نظریات موجود ہیں بعض اس کو قرأ سے اور بعض قریٔ سے، بعض قرن سے یا قرائن سے جانتے ہیں۔

راغب اصفہانی کا بیان ہے

قرآن مصدر ہے جس کے معنی پڑنا یہ قرأ سے لیا گیا ہے اور اصل میں قرء بمعنی جمع سے ہے کیونکہ قاری تلاوت کے وقت کلمات اور حروف کو جمع کرتا ہے۔ (معجم مفردات الفاظ قرآن)

ابن فارس کا بیان ہے:

ق، ر، ا۔ حروف معتل یا اصلی ہے جو جمع اور اجتماع پر دلالت کرتا ہے، قریہ بمعنی گاؤں بھی اسی سے ہے کیونکہ لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ (مقائیس اللغہ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس لفظ کے بارے میں چند اقوال بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔ قرآن اسم جامد ہے، اسم خاص اور علم کے عنوان سے اس کتاب آسمانی کیلئے منتخب ہوہے جیسے توریت وانجیل دو خاص اسم کتاب موسیٰؑ وعیسیٰؑ کیلئے ہے۔

۲۔ لفظ قرآن مشتق ہے قرن سے بنایا گیا ہے جس کے معنی ضمیمہ کرنا ہے چونکہ سورے، آیتیں اور حروف اس کتاب میں ایک دوسرے سے ملائی گئی ہیں اس لئے قرآن کہا جاتا ہے۔ (ہدی الفرقان فی علوم القرآن، جلد ا، دکتور غازی عنایت)

۳۔ قرآن؛ قرائن سے مشتق ہے جو قرینہ کی جمع ہے کیونکہ آیات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور قرآن کی برائت دوسری آیت کیلئے قرینہ ہے۔

۴۔قرآن کی اصل قری ہے جس کے معنی کے ہیں: قریت الماء فی الحوض قریا و قری جمعتہ۔پانی کو حوض میں جمع کیا چونکہ قرآن تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ ہے اس لئے قرآن کہا گیا۔(لسان العرب)

۵۔قرآن؛قرأ سے مشتق ہے جس کے معنی مقرو[پڑھا ہوا] اس صورت میں اسم مفعول کے معنی میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل لغت کے کلمات سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ قرآن لفظ قرأ سے بنا ہے جس کے معنی پڑھنا اور تلاوت کرنا ہے۔

مفردات راغب میں بیان ہوا ہے

القراءۃ:ضم الحروف بعضہا الی بعض فی الترتیل۔(معجم مفرادت الفاظ القرآن)

القرآن: ھھنا مصدر کالفرقان والرجحان والمعنیٰ لا تعجل بہ اذ علینا ان نجمع مانوحیہ الیک بضم بعض اجزائہ الی بعض وقرائتہ علیک۔(المیزان،۲/۱۰۹)

اس معنی کی تیسری دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

واذ تتلی علیہم آیاتنا بینات قال الذی لا یرجون لقائنا ائت بقرآن غیر ہذا۔اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو مرنے کے بعد ہمارے حضوری کا کھٹکا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لائو یا اس کو ردوبدل کر ڈالو۔

اس بنا پر آیہ مذکورہ میں لفظ قرآن، قرائت کے معنی میں ہے۔

اس آسمانی کتاب کی وجہ تسمیہ بہ قرآن ممکن ہے اسی وجہ سے ہو کہ قرآن کی حقیقت اس سے بلند ہے کہ قالب الفاظ میں اور پڑھنے کی صورت میں آئے اور اس سے بالاتر حقیقت میں قرآن کی تقسیم آیات اور سورتوں میں کوئی مفہوم نہیں رکھتی ہے لیکن ایک حد تک اس بلند حقیقت کے ادراک

کیلئے خداوند عالم کو اس بلند مقام سے نازل کیا اور قالب الفاظ و کلمات میں لایا تاکہ اس کا پڑھنا اور سمجھنا ہمارے لئے آسان ہو۔

فرقان

فرقان کی اصل فرق ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان فاصلہ ڈالنا ہے۔ (التحقیق فی کلمات القرآن الکریم)

کیونکہ یہ کتاب محکم دلیلوں کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان جدائی پیدا کرتی ہے۔ (مجمع البیان، جلد ۱)

فرقان کے معنی میں ایک دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ وہ اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی قرآن مجید کی آیتیں برخلاف دوسری آسمانی کتابوں سے جداگانہ اور متفرق نازل ہوئی ہیں، مندرجہ ذیل آیتوں سے پتہ ملتا ہے:

۱. تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ (فرقان، ۱) پ اک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل کیا تاکہ دونوں جہاں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

۲. شهر رمضان الذین انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی و الفرقان۔ (بقرہ، ۱۵۰)

ماہ رمضان میں قرآن نازل کیا جس میں لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی نشانیاں ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا۔

۳. نزل علیك الكتاب ...وانزل التوراة والانجیل من قبل هدی للناس وانزل الفرقان۔ (آل عمران، ۳و۴)

آپ پر کتاب نازل کیا اور اس سے پہلے توریت وانجیل ہدایت کے لئے نازل کیا اور ایسی کتاب نازل کیا جو حق وباطل میں فرق کرنے والی ہے۔

البتہ قرآن مجید میں ایک مورد ہے جہاں فرقان سے مراد قرآن نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تمام تر حق وباطل کے درمیان جدائی ہے:

۴. واذآتینا موسی الکتاب والفرقان۔ (بقرہ، ۵۳)

اور جب ہم نے جناب موسی کو کتاب اور حق وباطل کی تشخیص کا وسیلہ عطا کیا۔

کتاب

پہلا معنی

کتاب کے معنی مصدری لکھنا ہیں اور اسم مفعول مکتوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
(التحقیق فی کلمات القرآن الکریم)

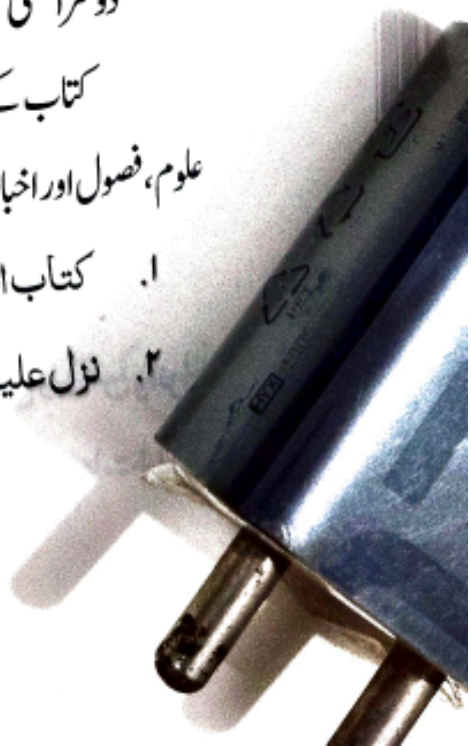
دونوں معنی قرآن کے سلسلے میں صحیح ہیں کیونکہ یہ قرآن چاہے کاغذ پر لکھا ہوا ہو یا لوح محفوظ پر اور ایک دوسرا احتمال یہ ہے کہ لکھنے سے اشارہ شان کتابت کیلئے ہو یعنی وہ چیز جو لکھنے کی کیفیت میں ہے۔

دوسرا معنی

کتاب کے دوسرے معنی جمع کے ہیں اور اس اعتبار سے قرآن کو کتاب کہا گیا ہے کہ انواع علوم، فصول اور اخبار کو اس آسمانی کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن، ۱/۱۷۱)

۱. کتاب انزلناہ الیک۔ (ص، ۲۹) وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا۔

۲. نزل علیک الکتاب۔ (آل عمران ۳) آپ پر کتاب نازل کیا۔



دیگر معانی

قرآن میں لفظ کتاب دوسرے معانی میں بھی آیا ہے

۱. خط لکھنا: اذهب بكتابي هذا فالقه اليهم۔ (نمل ۲۸)

اس خط کو لے جاؤ اور ان پر ڈال دو۔

۲. نامہ عمل: وتخرج له يوم القيامة كتابا يلقاه منشورا. اقرا كتابك كفى بنفعك اليوم عليكم حسيبا۔ (اسراء، ۱۲)

روز قیامت ان کے لئے ایک کتاب نکالوں گا جو ان کے سامنے کھلی ہوگی۔ پڑھو اپنی کتاب کافی ہے کہ تم آج روز حساب اپنا محاسبہ خود کرو۔

۳. لوح محفوظ: ولا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين۔ (انعام، ۵۹)

کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

۴. قضا و قدر الٰہی: لولا كتاب من الله سبق تمسكم فيما اخذتم عذاب عليم۔ (انفال، ۶۸)

اگر قضاء و قدر الٰہی نہ ہوتی تو جو چیز لیا ہے اس کی وجہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوتے۔

۴۔ ذکر

اس نام کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیتوں میں آیا ہے:

۱. انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون۔ (حجر، ۹)

ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

۲. هذا ذكر مبارك۔ (انبیاء، ۵۰) یہ بابرکت ذکر ہے۔

۳. وقالوا يا ايها الذى نزل عليه الذكر انك لمجنون۔ (حجر، ۶)

ان لوگوں نے کہا اے وہ جس پر قرآن نازل ہوا بے شک تم مجنون ہو۔

۴. وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم۔ (نحل، ۴۴)

ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کے لئے واضح ہو جائے جو ان کے لئے نازل ہوا ہے۔

قرآن کا نام ذکر قرار دینے کی وجہ شائد یہ ہو کہ قرآن ذکر و یاد خدا ہے اور ہمیشہ قرآن کو یاد رکھنا چاہئے اس کے دستور پر عمل کرنا چاہئے یا اس وجہ سے یہ نام ہو کہ خداوند عالم نے اس کتاب میں بندوں کو فرائض و احکام یاد دلائے ہیں، البتہ لفظ ذکر قرآن میں دوسرے معانی جیسے وحی، تورات، تفکر پیغمبر، توحید میں بھی آیا ہے۔

تنزیل

بعض اہل تحقیق نے لفظ تنزیل بھی ایک نام قرآن کا قرار دیا ہے اس صورت میں قرآن کے پانچ نام ہوں گے۔

وانه لتنزیل رب العالمین۔ (شعراء، ۱۹۲) یقینا یہ قرآن دونوں جہاں کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

اس آسمانی کتاب پر ان ناموں کا اطلاق سورہ اور آیتوں کے نازل ہونے سے قبل معروف تھے۔

اوصاف قرآن

اگرچہ بعض علمائے علوم قرآنی نے قرآن کے اسماء اور اوصاف کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو الگ الگ بیان ہونا چاہئے:

احسن الحدیث

مذکورہ آیت میں خدا نے قرآن کا یہ وصف بیان کیا ہے۔

الله نزل احسن الحدیث۔ (زمر، ۲۳) خدا نے بہترین کلام کو نازل کیا ہے۔

خدا نے قرآن کو بہترین سخن کہہ کر پہچنوایا ہے کیونکہ یہ فصاحت وبلاغت، قوانین واحکام اور اخلاق کے اعتبار سے بہترین کلام ہے۔

بشیر وبشریٰ

بشیر

کتاب فصلت آیاته قرآنا عربیا لقوم یعملون بشیرا و نذیرا فاعرض اکثرهم فهم لا یسمعون۔ (فصلت، ۳و۴)

وہ کتاب جسکی آیات نے ہر بات کو برمحل بیان کیا ہے درآنحالیکہ وہ فصیح وگویا ہے اس گروہ کے لئے جو باخبر ہیں، قرآن بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے لیکن اکثر لوگ اس سے روگرداں ہیں اس لئے کچھ سنتے نہیں ہیں۔

بشری

لفظ بشریٰ قرآن میں پانچ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جہاں وصفی معنی مراد ہیں:

۱. ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیء وهدی ورحمة وبشریٰ للمسلمین۔ (نحل، ۸۹)

ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کیا ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت ورحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے۔

۲. وهدی وبشریٰ للمسلمین۔ (نحل ۱۰۲)

ہدایت وبشارت ہے تمام مسلمانوں کے لئے۔

۳. وهدی وبشریٰ للمؤمنین۔ (بقرہ ۹۷)

ہدایت وبشارت ہے تمام مومنین کے لئے۔

۴. وهدی وبشریٰ للمؤمنین۔ (نمل ۲)

ہدایت وبشارت ہے مومنین کے لئے۔

۵. وھدی وبشریٰ للمحسنین۔ (احقاف ۱۲)

نیک لوگوں کے لئے ہدایت وبشارت ہے۔

یبشر

اور بعض آیتوں میں یہ لفظ فعل کی صورت میں آیا ہے

وان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین۔ (اسراء ۹)

یہ قرآن اس راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جو استوار ہے اور مومنین کو بشارت دیتا ہے۔

قیما لینذر باسا شدیدا من لدنہ ویبشر المؤمنین۔ (کہف ۲)

درآنحالیکہ ثابت ومستقیم اور دیگر آسمانی کتابوں کا نگہبان ہے تاکہ بدکاروں کو عذاب شدید سے ڈرائے۔

حکیم

یہ لفظ قرآن میں پنچانوے بار سے زیادہ آیا ہے جن میں سے چند مقامات پر وصف قرآن کی صورت میں آیا ہے۔

۱. یس والقرآن الحکیم۔ (یس، ۱و۲) یس قسم ہے قرآن حکیم کی۔

دو مرتبہ کتاب کا وصف قرار پایا ہے:

۲. الم تلك آیات الکتاب الحکیم۔ (لقمان، ۱و۲)

الم اس کتاب کی آیات استوار وحکمت آمیز ہیں۔

۳. ذٰلك نتلوہ علیك من الآیات والذکر الحکیم۔ (آل عمران، ۵۸)

یہ جو تم پر پڑھ رہا ہوں تمہاری حقانیت کی نشانی اور ذکر حکمت آمیز ہے۔

۴. المر تلك آیات الکتاب الحکیم۔

الر۔ اس کتاب کی آیات استوار و حکمت آمیز ہیں۔

قرآن اس اعتبار سے حکیم ہے کہ اس کی آیتیں حکیمانہ نظم کی بنیاد پر ہیں اور اتنی محکم ہیں کہ اس میں کسی تحریف و تبدیلی کا گزر نہیں ہے۔

رحمت

مذکورہ ذیل دو آیتوں میں رحمت کی صفت آئی ہے۔

۱. یاایھا الناس قد جائتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی و رحمة للمومنین۔ (یونس ۵۷)

اے لوگوں تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے موعظہ اور شفاء ان چیزوں سے جو دلوں میں ہے آیا اور مومنین کے لئے ہدایت و رحمت آئی۔

۲. ونزلنا علیك الکتاب... وھدی ورحمة وبشریٰ للمسلمین۔ (نحل ۸۹)

اور ہم نے تم پر کتاب نازل کیا اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت و بشارت ہے۔

شفاء

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمة للمومنین۔ (اسراء ۸۲)

اور قرآن میں سے وہ چیز نازل کیا جو مومنین کے لئے رحمت و شفا ہے۔

شفاء کے لغوی معنی سلامتی اور اس دوا کے ہیں جو بیماری سے سلامتی کا باعث ہو۔ یہ لفظ بیماری سے رہائی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (معجم مفردات الفاظ قرآن)

عربی

یہ لفظ وصف قرآن کے طور پر چھ بار استعمال میں آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی زبان فصیح اور عربی ہے کیونکہ عربی کا لفظ لغت میں فصیح کے معنی میں بھی آتا ہے۔

موعظہ

یا ایھا الناس قد جائتکم موعظة من ربکم ۔ (یونس ۵۷)

اے لوگوں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس موعظہ آیا۔

ہدیٰ

۱. ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمة وبشری للمسلمین۔ (نحل ۸۹)

ہم نے کتاب کو نازل کیا تاکہ ہر شی کو بیان کرے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت وبشارت بنایا۔

۲. ھدی للمتقین۔ (بقرہ ۲) متقین کے لئے ہدایت۔

یہ لفظ لغت میں مہربانی کے طریقہ پر ہدایت کے معنی میں ہے اگرچہ بظاہر مصدر ہے لیکن ہادی کے معنی میں ہے یعنی قرآن تمام لوگوں کیلئے ہادی ہے مخصوص افراد میں منحصر نہیں ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ بعض موارد میں ہدایت مخصوص گروہ سے متعلق ہے کہ صرف یہی افراد مخصوص قرآن کی ہدایت سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ آیات قرآنی سے بہت سے اوصاف نکالے جا سکتے ہیں اختصار کے پیش نظر اہم ترین اوصاف ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

مکی اور مدنی

مسلمانوں نے قرآن کریم کے سلسلہ میں اس قدر اہتمام کیا ہے کہ نزول آیات قرآن کے زمان و مکان تک کو محفوظ کیا ہے اس مسئلہ کی ہمارے لئے بیحد اہمیت ہے کیونکہ اس کے ذریعہ آیات میں ناسخ و منسوخ، مبین و مجمل کی پہچاننے میں مدد ملتی ہے، محمد بن حبیب نیشاپوری نے اپنی کتاب التنبیہ علی فضل علوم القرآن میں علوم قرآن کے مباحث میں شریف ترین علم مکی اور مدنی سورتوں کا پہچاننا قرار دیا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن، ۱/۱۲)

ہمارا مقصد اس بحث میں تفصیلی طور پر مکی اور مدنی سورتوں کا پہچنوانا نہیں ہے کیونکہ اس کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے ہمارا مقصد آیتوں اور سورتوں کے مکی و مدنی ہونے کے معیار کا واضح کرنا اس کے فوائد اور اس کے خصوصیات کو بیان کرنا ہے۔

مکی اور مدنی ہونے کے معنی

اس بارے میں اسلامی محققین کے درمیان مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

۱۔ مکی سورہ وہ سورے ہیں جو مکہ اور اس کے اطرف میں جیسے منا اور عرفات میں پیغمبرؐ پر وحی کی صورت میں نازل ہوئے اور مدنی سورہ ان کو کہا جاتا ہے جو مدینہ اور اس کے اطراف جیسے احد، بدر میں نازل ہوئے ہیں۔ اس بنا پر جو آیتیں ان دونوں شہروں کے باہر نازل ہوئی ہیں انہیں مکی اور مدنی میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ وہ سورے جن میں مکہ کے لوگوں سے خطاب ہے وہ مکی ہیں اور جن میں مدینہ کے لوگوں سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں، اس بنا پر جن آیتوں میں یا ایہا الناس سے خطاب ہے وہ مکی ہیں کیونکہ مکہ میں کفر و بے ایمانی عام تھی اور جن میں یا ایہا الذین آمنوا آیا ہے وہ مدنی ہیں کیونکہ مدینہ کے زیادہ تر لوگ ایمان لائے تھے۔ (المستدرک علی الصحیحین حاتم، جلد ۳؛ معرفت تاریخ قرآن ص ۱۳۱)

۳۔ کچھ لوگوں نے تیسرا معیار قرار دیا ہے جو آیتیں پیغمبرؐ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے نازل ہوئی ہیں وہ مکی اور جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں، اس نظریہ کے مطابق جو آیات ہجرت کے بعد مکہ میں نازل ہوئی ہیں جیسے آیۃ اکمال و تبلیغ ان کو مدنی کہا جائے گا۔

اس آخری نظریہ کو جامع ترین قرار دیا گیا ہے اور اس کو اکثر ماہرین علوم قرآنی نے قبول کیا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن؛ البرہان زرکشی)

مکی سوروں اور آیتوں کی معرفت کے دوسرے ذرائع

مکی اور مدنی سورتوں کے پہچاننے کے گوناگوں ذرائع پیش کئے گئے ہیں جو سماعی ہیں اور ان کا کوئی خاص قانون نہیں ہے جیسے:

۱۔ سوروں اور آیتوں کا مختصر ہونا۔

۲۔ اصول و عقائد کی دعوت۔

۳۔ مشرکین سے مجادلہ اور ان کی امیدوں کی تحقیر۔

۴۔ نیک اخلاق اور خوبیوں کی دعوت۔

۵۔ قسم کی کثرت۔

۶۔ جن سورتوں میں سجدہ موجود ہے۔

۷۔ جن سورتوں میں پیغمبروں اور گذشتہ لوگوں کی داستان ہے۔

۸۔ وہ سورے جن میں جناب آدمؑ و حوا کی داستان ہے۔

۹۔ وہ سورے جن کے آغاز میں حروف مقطعات ہیں۔

۱۰۔ وہ سورے جن میں لفظ کلّا آیا ہے۔

مدنی آیات وسورے کی شناخت کے دوسرے ذرائع

۱۔ سوروں کا بلند اور طولانی ہونا۔

۲۔ جن میں انفرادی، اجتماعی حقوق اور احکام بیان ہوئے۔

۳۔ جن میں جہاد اور اس کے احکام بیان ہوئے۔

۴۔ منافقوں سے خطاب ہے۔

۵۔ اہل کتاب اور یہودیوں سے خطاب ہے۔

۶۔ مدینہ کے لوگوں سے خطاب ہے جو مکہ کے لوگوں سے خطاب سے مختلف ہے، کیونکہ مدینہ کے لوگ حق اور آئین اسلام کو قبول کرنے کیلئے زیادہ آمادہ تھے، لہذا خدا نے نرم لہجہ میں خطاب کیا ہے۔

مکی اور مدنی سوروں کے پہچاننے کے فوائد

۱۔ مکی آیتوں اور سوروں کا پہچاننا، محتوا اور تفسیر سے آگاہی میں بے تاثیر نہیں ہیں، یہ مفسرین کیلئے راہ کشا اور اہم ہے، اس کی پہچان کی بنا پر مستقل کتابیں ان مباحث میں لکھی گئی ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کا قرآن پر زیادہ اعتماد اور اطمینان کیونکہ جب سورہ اور آیت کے نزول کی جگہ معین ہوگی تو کتاب آسمانی پر زیادہ اعتماد ہوگا۔ (مناہل العرفان، ص ۱۹۸)

۳۔ صحیح وغلط داستانوں اور افسانوں کی تشخیص۔

۴۔ قرآن کی ہمہ جہت دعوت کو مکہ اور مدینہ میں نزول کے اعتبار سے پہچانا جاسکتا ہے۔

۵۔ اس معرفت سے تاریخ تشریع احکام میں بھی فائدہ ہو سکتا ہے مثلا یہ کہ نماز، روزہ کس تاریخ یا جگہ میں واجب ہوئی۔

مکی و مدنی سورتوں کا تعیین

روایات میں مکی اور مدنی سوروں کی ترتیب الگ الگ نقل ہوئی ہے اور ۸۶ سورہ مکی اور ۲۸ سورہ مدنی معین ہوئی ہے، البتہ ان روایتوں کی سند دس سے زیادہ اصحاب سے پہونچی ہے جن کی پہلی منزل میں حضرت علیؑ ہیں اس کے بعد ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ وغیرہ ہیں، ان میں سے بعض روایات میں امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ کا نام آتا ہے جو انہوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت علی سے نقل کیا ہے۔ مکی اور مدنی سوروں کی ترتیب روایت جابر بن زید سے نقشہ کی صورت میں دی جارہی ہے۔

(جابر بن زید بصرہ کے فقیہوں میں سے ہیں اور تابعی ہیں ان کی وفات ۱۰۳ھ میں ہوئی ہے۔)

ترتیب نزول سورہ ہائے مکی از کتاب التمہید

ترتیب نزول	ترتیب مصحف	نام سورہ	ترتیب نزول	ترتیب مصحف	نام سورہ
۶	۱۱۱	المسد	۴۹	۲۸	قصص
۷	۸۱	التکویر	۵۰	۱۷	الاسراء
۸	۸۷	الاعلی	۵۱	۱۰	یونس
۹	۹۲	اللیل	۵۲	۱۱	ہود
۱۰	۸۹	الفجر	۵۳	۱۲	یوسف
۱۱	۹۳	الضحی	۵۴	۱۵	الحجر
۱۲	۹۴	الانشراح	۵۵	۶	انعام
۱۳	۱۰۳	العصر	۵۶	۳۷	الصافات
۱۴	۱۰۰	العادیات	۵۷	۳۱	لقمان
۱۵	۱۰۸	الکوثر	۵۸	۳۴	سبا
۱۶	۱۰۲	التکاثر	۵۹	۳۹	الزمر

۱۷	۱۰۷	الماعون	۶۰	۴۰	غافر
۱۸	۱۰۹	الکافرون	۶۱	۴۱	فصلت
۱۹	۱۰۵	الفیل	۶۲	۴۲	شوری
۲۰	۱۱۳	الفلق	۶۳	۴۳	الزخرف
۲۱	۱۱۴	الناس	۶۴	۴۴	الدخان
۲۲	۱۱۲	التوحید	۶۵	۴۵	الجاثیہ
۲۳	۵۳	النجم	۶۶	۴۶	الاحقاف
۲۴	۸۰	عبس	۶۷	۵۱	الذاریات
۲۵	۹۷	القدر	۶۸	۸۸	الغاشیہ
۲۶	۹۱	الشمس	۶۹	۱۸	الکہف
۲۷	۸۵	البروج	۷۰	۱۶	النمل
۲۸	۹۵	التین	۷۱	۷۱	نوح
۲۹	۱۰۶	قریش	۷۲	۱۴	ابراہیم
۳۰	۱۰۱	القارعہ	۷۳	۲۱	الانبیاء
۳۱	۷۵	القیامہ	۷۴	۲۳	المومنون
۳۲	۱۰۴	الہمزہ	۷۵	۳۲	سجدہ
۳۳	۷۷	المرسلات	۷۶	۵۲	الطور
۳۴	۵۰	ق	۷۷	۶۷	الملک
۳۵	۹۰	البلد	۷۸	۶۹	الحاقہ

۳۶	۸۶	الطارق	۷۹	۷۰	معارج
۳۷	۵۴	الفجر	۸۰	۷۸	النبا
۳۸	۳۸	ص	۸۱	۷۹	النازعات
۳۹	۷	الاعراف	۸۲	۸۴	الانفطار
۴۰	۷۲	الجن	۸۳	۹۴	الانشقاق
۴۱	۳۶	یس	۸۴	۳۰	الروم
۴۲	۲۵	الفرقان	۸۵	۲۹	العکبوت
۴۳	۳۵	فاطر	۸۶	۸۳	المطففین
۶	۱۱۱	المسد	۴۹	۲۸	قصص
۷	۸۱	التکویر	۵۰	۱۷	الاسراء
۸	۸۷	الاعلی	۵۱	۱۰	یونس
۹	۹۲	اللیل	۵۲	۱۱	ہود
۱۰	۸۹	الفجر	۵۳	۱۲	یوسف

ترتیب نزول سورہ ہائے مدنی

ترتیب نزول	ترتیب مصحف	نام سورہ	ترتیب نزول	ترتیب مصحف	نام سورہ
۸۷	۲	البقرہ	۱۰۱	۵۹	الحشر
۸۸	۸	الانفال	۱۰۲	۱۱۰	النصر

۸۹	۳	آل عمران	۱۰۳	۲۴	النور
۹۰	۳۳	الاحزاب	۱۰۴	۲۲	الحج
۹۱	۶۰	ممتحنہ	۱۰۵	۶۳	المنافقون
۹۲	۴	النساء	۱۰۶	۵۸	مجادلہ
۹۳	۹۹	الزلزال	۱۰۷	۴۹	الحجرات
۹۴	۵۷	الحدید	۱۰۸	۶۶	التحریم
۹۵	۴۷	محمد	۱۰۹	۶۲	جمعہ
۹۶	۱۳	الرعد	۱۱۰	۶۴	التغابن
۹۷	۵۵	الرحمن	۱۱۱	۶۱	الصف
۹۸	۷۶	الانسان	۱۱۲	۴۸	الفتح
۹۹	۶۵	الطلاق	۱۱۳	۵	مائدہ
۱۰۰	۹۸	البینہ	۱۱۴	۹	برائت

مورد اختلاف سورے

بعض سوروں کے بارے میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے، جن کو اجمالی طور پر بیان کیا جارہا ہے۔

شمارہ	نام سورہ	قول مشہور	قول شاذ	قائل
۱	الفاتحہ	مکی	مدنی	مجاہد
۲	النساء	مدنی	مکی	نحاس
۳	یونس	مکی	مدنی	روایت ابن عباس

۴	الرعد	مدنی	مکی	مقاتل، عطاء، مجاہد
۵	الحج	مدنی	مکی	مجاہد
۶	الفرقان	مکی	مدنی	ضحاک
۷	یس	مکی	مدنی	نامعلوم
۸	ص	مکی	مدنی	نامعلوم
۹	محمد	مدنی	مکی	نامعلوم
۱۰	الحجرات	مدنی	مکی	نامعلوم
۱۱	الرحمن	مدنی	مکی	سید قطب
۱۲	الحدید	مدنی	مکی	کلبی
۱۳	الصف	مدنی	مکی	ابن حزم
۱۴	الجمعہ	مدنی	مکی	نامعلوم
۱۵	التغابن	مدنی	مکی	ابن عباس
۱۶	الملک	مکی	مدنی	نامعلوم
۱۷	الانسان	مدنی	مکی	سید قطب
۱۸	المطففین	مکی	مدنی	یعقوبی
۱۹	الاعلی	مکی	مدنی	نامعلوم
۲۰	الفجر	مکی	مدنی	نامعلوم
۲۱	البلاد	مکی	مدنی	نامعلوم
۲۲	اللیل	مکی	مدنی	نامعلوم

۲۳	القدر	مکی	مدنی	ابن حزم
۲۴	البینہ	مدنی	مکی	علی بن ابی طالبؑ
۲۵	الزلزلہ	مدنی	مکی	ضحاک، عطاء
۲۶	العادیات	مکی	مدنی	قتادہ
۲۷	التکاثر	مکی	مدنی	جلال الدین
۲۸	الماعون	مکی	مدنی	ضحاک
۲۹	الکوثر	مکی	مدنی	عکرمہ، ضحاک
۳۰	التوحید	مکی	مدنی	جلال الدین
۳۱	الفلق	مکی	مدنی	یعقوبی، جلال الدین
۳۲	الناس	مکی	مدنی	یعقوبی، جلال الدین

آیات مکی اور مدنی میں اختلاف کے موارد

بعض سوروں کی تمام آیتیں مکی یا مدنی ہیں لیکن کچھ سوروں کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی تمام آیات مکی ہیں یا مدنی، محققین نے ان موارد کو اپنی کتابوں میں معین کیا ہے لیکن جو کچھ بھی بیان ہوا ہے ان میں سے کوئی قول قطعی دلیل نہیں رکھتا بلکہ بعض موارد عقلی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہیں مثلاً یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ سورہ دہر مدینہ میں نازل ہوا ہے مگر اس کی آیت ۲۴ مکہ میں یا قبل ہجرت نازل ہوئی ہو۔

اجزائے قرآن

قرآن کریم مخصوص قالب میں آیہ، سورہ، جزء، حزب و رکوع منظم کیا گیا ہے اس کے اندر ایک حکمت اور فلسفہ ہے اس میں پہلے معنی پھر تقسیم بندی کی حکمت کے بارے میں بحث ہوگی۔

آیۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں لفظ آیت مختلف معانی میں استعمال آیا ہے:

واضح اور روشن علامت

راغب کا بیان ہے: الآیۃ ہی العلامۃ الظاہرہ۔ [واضح وآشکار علامت] جیسا کہ آیت میں ارشاد ہوا ہے: رب اجعل لی آیۃ۔ (معجم مفردات الفاظ القرآن)

اور دوسرے معانی میں جیسے معجزہ، قرآن میں آیا ہے: هذه ناقة الله لكم آية۔ (اعراف ۷۳)

اور حکم کے معنی میں جیسے: وما ننسخ من آية او ننسها نات بخير منها۔ (بقرہ، ۱۰۶) اور یہ دونوں معنی بھی پہلے معنی کی طرف پلٹتے ہیں۔

۲۔ جماعت: جیسے خرج القوم یا تیہم۔ [تمام قوم باجماعت نکلی] (مجمع البحرین، جلد ۱)

۳۔ تعجب خیز امر:

آیات قرآن ہر ایک کی مناسبت سے اسی معنی کے لحاظ سے آیت کہی جاتی ہے کیونکہ قرآن کی ہر آیت نشانہ، علامت صدق کیلئے آتی ہے اور قرآن، کلمات و حروف کی جماعت سے تشکیل پایا ہے اور لفظ و معنی دونوں اعتبار سے معجزہ ہے۔

تعداد آیات قرآن

آیات قرآن کی تعداد کے مورد میں اہم اسلامی شہروں میں مقیم صاحب نظر مخصوص نظریہ رکھتے ہیں، آیات کا شمار کوفی، بصری، عراقی اور شامی عدد سے معروف ہیں، کوفیوں کے نزدیک ۶۲۳۶

آیت ہے کیونکہ وہ حضرت علیؑ سے منسوب ہے (حوالہ سابق) علامہ طبرسی نے اس کو صحیح ترین عدد قرار دیا ہے۔ (مجمع البیان، جلد ۱)

کسائی نے بھی تعداد آیت ۶۲۳۶ جانا ہے، کوفی عدد کو تمام اعداد پر ترجیح دی ہے۔

حمزہ نے بھی کہا ہے کہ یہ عدد ابو یعلی، ابو عبد الرحمن اور حضرت علیؑ نے نقل کیا ہے۔

لیکن اس پر توجہ رکھنا چاہئے کہ یہ اختلاف تحریف اور کمی زیادتی کے معنی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ یہ تفاوت آیات کے شمار کے لحاظ سے ہے۔

پہلی نازل شدہ آیت

اس سلسلہ میں بھی محققین کی نظر میں اختلاف ہے مختلف اقوال موجود ہیں ان میں اہم ترین یہ ہیں:

سورہ اقرأ

عائشہ سے بھی ایک روایت اس نظریہ کی تائید میں نقل ہوئی ہے۔ (مباحث فی علوم القرآن قطان، ص ۶۷)

امام صادقؑ کی بھی ایک روایت ہے فرمایا: اول ما نزل علی رسول اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، اقرا باسم ربك الذی خلق۔ (اصول کافی، جلد ۲؛ بحار، جلد ۹۲) سب سے پہلے جو پیغمبر پر نازل ہوا بسم اللہ الرحمن الرحیم، اقرا باسم ربك الذی خلق۔

سورہ مدثر کی ابتدائی آیات

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ سورہ مدثر کی اولین آیات پیغمبرؐ پر نازل ہوئی ہیں اس سلسلہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میں حرا میں تھا جب اس سے اتر کر بیابان میں آیا تو کسی نے مجھ کو آواز دی تو میں نے اطراف میں نگاہ کی پھر آسمان کی طرف دیکھا تو جبریل کو دیکھا جو

تخت پر آسمان و زمین کے درمیان بیٹھے ہیں مجھے خوف ہوا تو خدیجہؑ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ مجھے چھپاؤ تو خدا نے آیہ یاایہا المدثر نازل کیا۔ (صحیح بخاری، جلد ا؛ صحیح مسلم؛ البحرانی البرہان ۲۰۶)

آیات سورہ حمد

زمخشری کا بیان ہے کہ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ سورہ فاتحہ اولین سورہ ہے جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے۔ (الکشاف، ۱/۷۷۵)

علامہ مجلسی نے بھی حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے: سالت النبی ﷺ عن ثواب القرآن فاخبرنی بثواب سورۃ علی نحو ما نزلت من السماء فال ما نزل بمکۃ فاتحۃ الکتاب ثم اقرا۔ (منقول از مجمع البیان، جلد ۱۰)

میں نے پیغمبر اکرم سے قرآن کے ثواب کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرت نے مجھے تمام سوروں کے ثواب کو بتایا سب سے پہلے جو سورہ مکہ میں نازل ہوا وہ فاتحۃ الکتاب اور اس کے بعد سورہ اقرا تھی۔

مندرجہ بالا اقوال کے درمیان کوئی تعارض نہیں کہا جا سکتا، تمام اقوال قابل جمع ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولین آیات جو رسول اللہؐ پر نازل ہوئیں وہ سورہ اقرا کی اولین آیات ہیں اور وہ اولین آیات جن کی تبلیغ کا حکم دیا گیا وہ سورہ مدثر کی اولین آیت ہے اور پہلا مکمل سورہ جو آنحضرتؐ پر نازل ہوا وہ سورہ حمد ہے۔ (التمہید جلد ا، مباحث فی علوم القرآن، ص ۶۸)

آخری نازل شدہ آیت

اس سلسلہ میں بھی متعدد اقوال پائے جاتے ہیں اور ہر قول میں کسی ایک آیت کو آخری قرار دیا گیا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۸

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربا ان کنتم مومنین۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۱، ص ۳۶)

اے مومنین خدا کا تقوی اختیار کرو اور سود کا جو حصہ بچا ہے اس کو چھوڑ دو اگر مومن ہو۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۱

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس۔ (جامع البیان ج ۳، ص ۱۱۵) اس دن سے ڈرو جس دن خدا کی جانب پلٹو گے پھر جس نے جو کچھ انجام دیا ہے مکمل اسکو دیا جائے گا کسی پر ظلم نہیں ہو گا۔

یہ معروف ترین قول ہے

سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲

یا ایھا الذین آمنوا اذ تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ۔ اے مومنین اگر ایک معین مدت کے لئے قرض لو تو اسکو لکھ لو۔

سورہ مائدہ کی آیہ اکمال آیت ۳ (الاتقان)

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے اسلام سے راضی ہو گیا۔

تعداد کلمات قرآن

محققین کے درمیان اس بارہ میں بھی اختلاف ہے شائد یہ اختلاف بھی شمار کرنے کے حساب سے ہے۔

بہترین اعداد و شمار ڈاکٹر روحانی نے مخصوص روش سے کیا ہے اور کلمات کی تعداد ۷۷۸۰۷ قرار دیا ہے،

البتہ تعداد کلمات بسم اللہ صرف سورہ حمد میں شمار ہوا ہے اور دوسرے تمام معاجم قرآن سے ہم آہنگی کی وجہ سے دوسرے موارد میں شمار نہیں ہوا ہے۔ (المعجم الاحصائی للقرآن الکریم محمود الروحانی، ج۱، ص۲۵)

معنی سورہ

لفظ سورہ قرآن میں نو مرتبہ مفرد طور پر (سورہ بقرہ، توبہ، یونس، نور، محمد) اور ایک بار بطور جمع (ہود) میں آیا ہے۔

لغت میں دو صورت میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ ہمزہ کے ساتھ سئور جس کے معنی باقیماندہ۔ اس بنیاد پر قرآن کا ہر سورہ قرآن کا ایک قطعہ ہے۔

۲۔ غیر مہموز صورت میں سور اس کے معنی دیوار، علو، منزلت اس بنا پر عرب کے لوگ اس دیوار کو جو شہر کے گرد کھینچی جاتی تھی سور المدینہ کہتے تھے۔

راغب نے کہا ہے: سور المدینۃ حائطہا المشتمل علیہا وسورۃ القرآن تشبیہا بہا لکونہ محاطا بہا احاطۃ السور بالمدینۃ۔ (معجم مفردات الفاظ القرآن)

ابن فارس کہتے ہیں: السین والواو والراء، اصل واحد یدل علی علو وارتفاع۔ (معجم مقاییس اللغۃ)

اور اس اعتبار سے کہ سورہ کلام خدا ہے بلندی اور رفعت کا حامل ہے اور اصطلاح میں سورہ سے مراد آیتوں کی تعداد ہے جو ایک مخصوص قالب اور محتوی میں بسم اللہ سے شروع ہوتا ہے اور دوسرے بسم اللہ کے نزول پر ختم ہوتا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن)

یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورہ کی ناگذاری قرآن کے کسی ایک لفظ کے توسط سے ہوئی ہے قرآن میں ارشاد ہوا ہے: سورۃ انزلناہا وفرضناہا وانزلنا فیہا آیات بینات۔ (نور۔۱)

❖ **تعداد سورہ ہائے قرآن:**

موجودہ دور میں قرآن کی سوروں کی تعداد میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا سب ایک سو چودہ (۱۱۴) سورہ جانتے اور مانتے ہیں (الاتقان فی علوم القرآن)

لیکن بعض لوگوں نے دعوی کیا ہے کہ مصاحف صحابہ میں سوروں کی تعداد میں اختلاف موجود ہے ان کا بیان ہے:

مصحف ابی بن کعب میں ۱۱۵ سورہ ہے حالانکہ وہ ایک جانب سورہ فیل و قریش کو ایک سورہ مانتے ہیں اور دوسرے دو سورہ خلع اور حفد موجود ہے۔

ابن مسعود نے ۱۱۲ سورہ قرار دیا ہے۔ (حوالہ سابق) ان کا عقیدہ ہے کہ دو سورہ معوذتین جزء قرآن نہیں ہے۔ بلکہ دفع سحر کیلئے تھے۔

امام صادق کی ایک روایت میں منقول ہے کہ قرآن کے سوروں کی تعداد ۱۱۲ ہے۔

(وسائل الشیعہ، ج۴)

یہ کلام اس اعتبار سے ہے کہ دو سورہ فیل و قریش اور دو سورہ والضحی وانشراح ایک سورہ کے حکم میں ہیں اسی وجہ سے فقہائے شیعہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورہ حمد کے بعد اسے پڑھے تو دونوں کو پڑھے۔ (جواہر الکلام حسن النجفی، ج۱۰، ص)

سوروں کی نام گذاری

بہت سے سوروں کے ایک ہی نام ہیں اور کچھ سوروں کے چند نام ہیں، بعض سوروں کے دو نام ہیں جیسے (شوری وحم عسق) (قتال و محمد) (الرحمن وعروس القرآن) بعض سوروں کے تین نام ہیں جیسے (مائدۃ القعود، المنتقذ) (غافر، مومن، الطول) اور بعض سوروں کے دس نام ذکر کئے گئے ہیں اور بعض سوروں کے بیس نام ذکر ہوئے ہیں جیسے سورہ حمد۔ (الاتقان فی علوم القرآن)

اس سلسلہ میں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ نام کیونکر انتخاب کئے گئے ہیں اس کی مختلف وجہیں بیان ہوئی ہیں۔

بعض سوروں کی نامگذاری اس داستان کی وجہ سے ہے جو اس سورہ میں ہے جیسے ابراہیم، ہود، یونس، یوسف، مریم، لقمان۔ اور بعض دوسرے سوروں کی نامگذاری اس سورہ کے موضوع کے اعتبار سے ہے جیسے نساء، منافقون، توحید۔ بعض کی نامگذاری حروف مقطعہ کے موجود ہونے سے جو ابتداء میں آئے ہیں جیسے یس، ق، طہ۔ بعض سوروں کے نام حیوان کے نام سے ہیں جیسے نحل، عنکبوت، نمل۔

سوروں کے نام کا توقیفی ہونا یا نہ ہونا

سوروں کے نام کے بارے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ یہ نامگذاری پیغمبر اسلام کے ذریعہ انجام پائی ہے یا دوسرے لوگوں نے اس کام کو انجام دیا ہے یعنی یہ نامگذاری توقیفی ہے یا اجتہادی؟

کچھ علماء جیسے زرکشی و سیوطی توقیفی ہونے کے قائل ہیں۔ (البرہان، الاتقان فی علوم القرآن)

ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کام مسلمانوں کے ذریعہ انجام پایا ہوتا تو کسی ایک سورہ کا نام موسی کے نام سے ہوتا کیونکہ ان کے واقعات قرآن میں زیادہ بیان ہوئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ نامگذاری توقیفی ہے۔

لیکن صحیح نظریہ یہی ہے کہ بعض سوروں کے نام زمانہ پیغمبر میں معین ہوئے اور مسلمانوں کے درمیان دو نام مشہور تھے لیکن بعض دوسرے سورے کے صحابہ کے اجتہاد کے ذریعہ نام دیئے گئے۔

علامہ طباطبائی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

سوروں کی نامگذاری کی روش سے نامگذاری کے توقیفی ہونے کی نفی ہوتی ہے بہت سے نام پیغمبر کے زمانہ میں کثرت سے استعمال کی وجہ سے معین ہوئے ہیں اور کوئی توقیف شرعی نہیں رکھتی۔ (قرآن در اسلام، ص ۳۱۹)

سوروں کی ترتیب

ترتیب سورہ کے توقیفی ہونے کے مورد میں کوئی مشکل نہیں ہے۔(مناہل العرفان، ص۳۴۶)

اس میں اصحاب کے اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جبریل آنحضرت کی مکان آیات کے بارے میں راہنمائی کرتے تھے اور پیغمبر کاتبان وحی کو حکم دیتے تھے کہ اس کو فلاں سورہ میں لکھ لو، لیکن سوروں کی ترتیب کے توقیفی ہونے کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔کچھ لوگوں کا بیان ہے۔

ا۔ سوروں کی ترتیب توقیفی ہے اور لوح محفوظ میں بھی اسی نام سے تھیں، خود پیغمبر نے سوروں کو مرتب کیا ہے۔

۲۔ سوروں کی ترتیب اجتہادی ہے اس کی دلیل مصاحف اصحاب میں ترتیب کے سلسلہ میں اختلاف ہے مصحف علی ترتیب کی بنیاد پر، اور مصحف ابن مسعود میں سورہ بقرہ کے بعد سورہ نساء ہے اور مصحف ابی بن کعب میں پہلا سورہ فاتحہ اور اس کے بعد بقرہ اور پھر نساء ہے۔

۳۔ بعض سوروں کی ترتیب توقیفی ہے اور بعض کی اصحاب کے اجتہاد کی بنا پر ہے۔(الاتقان فی علوم القرآن)

کچھ لوگوں نے سوروں کی ترتیب اجتہادی قرار دی ہے۔ اکثر علماء نے دوسرے نظریہ کو قبول کیا ہے، مصاحف صحابہ کا ترتیب سورہ کے بارے میں اختلاف اس نظریہ کی دلیل ہے۔

قرآن کو سوروں میں تقسیم کرنے کی حکمت

تقسیم قرآن کے سلسلہ میں مختلف فلسفہ اور حکمت بیان کئے گئے ہیں:

ا۔ انسان کیلئے یاد کرنا آسان ہو۔

۲۔ اگر کسی تحریر میں عنوانات اور ابواب ہوں تو پڑھنے والے کو خستگی کا احساس نہیں ہوتا اور نشاط و سرور کے ساتھ پڑھنا جاری رکھتا ہے۔

۳۔ تقسیم بندی سے قرآن تحریف سے محفوظ رہے گا۔

۴۔ بہت سے سوروں میں مخصوص مقصد پوشیدہ ہے جو اس سورہ کی آیتوں کے نزول کا محور ہے یہ مقصد سبب ہوا کہ مختلف آیتوں کو ایک دوسرے کے پہلو میں اور ایک سورہ کے قالب میں قرار دیا گیا ہے۔

اجزاء کے ساتھ قرآن کی تقسیم

قرآن کو تیس اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے جو ان قرآنوں میں جو خط عثمان طہ میں بیس صفحات پر مشتمل ہے اس تقسیم بندی سے مسلمانوں کیلئے پڑھنا آسان ہو گیا ہے، یعقوبی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے قرآن کو سات اجزاء میں تقسیم کیا ہے اور ہر جز میں سوروں کی تعداد رکھی ہے۔ (یعقوبی، ج ۲) لیکن انہوں نے اس کا مدرک نہیں ذکر کیا ہے۔ داکٹر محمود رامیاد نے کہا ہے کہ قرآن کی تیس اجزاء میں تقسیم بہت قدیمی ہے احادیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ (در آستانہ قرآن، ص ۱۵۸)

قرآن کی تقسیم حزب ورکوع میں

بعض قرآنوں میں ہر جز میں دو حزب ہیں اور بعض میں چار حزب ہیں لیکن ان احزاب میں آیات کی تعداد مساوی نہیں ہے۔

بلاشر کہتا ہے کہ تقسیم قرآن ساٹھ حزب میں مصریوں کے نفوذ کی وجہ سے انجام پایا در اصل ہر حزب دو حصہ ہے کہ ہر مومن وظیفہ مذہبی کی ادائیگی کیلئے یاد کرنے کیلئے آمادہ کرتا تھا۔

(در آستانہ قرآن، ص ۱۵۸)

دوسری تقسیم بندی رکوع کے طور پر ہے، رکوع کا مطلب یہ ہے کہ ایک موضوع سے مربوط چند آیات جو سورہ حمد کے بعد نماز میں قرائت کے قابل ہوا سے رکوع کہا جاتا تھا۔ اہلسنت نماز میں سورہ حمد کے تمام کرنے کے بعد ایک سورہ کا وہ حصہ جو باہم مربوط ہو اور قابل قرائت ہو پڑھتے ہیں اس کے

بعد رکوع میں جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو آیات قرآن کے معنی اور تفسیر سے آشنا ہوتے ہیں اور بغیر علامت کے رکوع کو تشخیص دیتے ہیں۔ قول مشہور کی بنا پر قرآن کے رکوع کی تعداد پانچ سو چالیس ہے۔

خمس وعشر میں قرآن کی تقسیم بندی

سابق کے زمانہ میں اس کا رواج تھا کہ قرآن کو اس طرح تقسیم کیا تھا لیکن اس زمانہ میں اس کا استعمال نہیں ہے، اس کا مطلب یہ تھا کہ سورہ کی ہر پانچ آیت کو خمس اور دوسری پانچ آیتوں کو ملا کر عشر کہتے تھے.

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آیات قرآن کے شمار سے پہلے ہر سورہ کی آیتوں کو تمیز دینے کیلئے ہر اس آیت کو عشر سے معین کیا گیا تھا۔

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ تقسیم قرآن بخمس وعشر مامون عباسی کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوا اور کچھ لوگ اس کو حجاج سے نسبت دیتے ہیں۔ (حجۃ التفاسیر وبلاغ الاکسیر، ج ۱)

قرائت قرآن

علم قرائت عالم اسلام کے بنیادی علوم میں سے ہے جو نزول قرآن کے زمانہ میں پایا جاتا تھا اس کے بعد مسلمانوں کی دینی مجالس میں تلاوت و قرائت ہوتی رہی چونکہ اس علم کی ذاتی قدر و قیمت اور ایک مقصد بعثت تھا تو اصحاب کا ایک گروہ اس مقصد کو متحقق کرنے کی کوشش کرتا رہا اور دوسروں کو قرآن کی تعلیم و قرائت سے زیادہ سے زیادہ آگاہ کرتا رہا۔

اس سلسلہ میں مرحلہ اول میں حضرت علی، عبد اللہ ابن مسعود، ابی ابن کعب، زید ابن ثابت اور معاذ بن جبل کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر کے زمانہ میں مختلف قرائات مسلمانوں کے درمیان رائج تھیں انمیں سے زیادہ کی تائید رسول اکرم سے ثابت تھی۔ شاید اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمان مختلف لہجے رکھتے تھے دوسروں کے لہجہ کی پیروی کرنا تقریبا ناممکن تھا، دوسرا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کیلئے قرآن کا حاصل کرنا آسان ہو جس سے معارف قرآن کے قبول کرنے میں سہولت پیدا ہو، یہ اسباب تھے پیغمبر نے لوگوں سے کہا ہر گروہ اپنے لہجے میں قرآن کو پڑھ سکتا ہے [تاویل مشکل القرآن ابن قتیبہ، ص ۳۰]

اس سلسلہ میں ابتداء میں قرائت کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں گے پھر قرائت کے مراحل کو اور اسباب اختلاف کی تحقیق کی جائے گی۔

قرائت کے لغوی اور اصطلاحی معنی

اہل لغت نے قرائت کے مختلف معانی بیان کئے ہیں ایک معنی جمع کرنا اور دوسرے معنی پڑھنا اور تلاوت کرنا ہے

اس بحث میں قرائت کے دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ پہلے معنی کا تعلق قرآن کی جمع آوری ،قرآن کے حروف وکلمات کو لکھنے سے ہے۔

قرائت کے اصطلاحی معنی تلاوت قرآن کی روش ہے جو روایات کے ذریعہ ہم تک پہونچی ہے،دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر قرآن کی ایک روش کے ساتھ تلاوت ہو جو ادبی اور عربی قواعد کے لحاظ سے درست ہو لیکن روایت اور نقل سے اس کا استناد نہ ہو تو وہ روش صحیح نہ ہوگی اور علماء قرائت اسے قرائت قرآن میں حساب نہیں کرتے ہیں۔

زرکشی نے قرائت کی تعریف میں کہا ہے:

قرائت قرآن سے مراد وہ اختلاف ہے جو وحی کے الفاظ وعبارت سے مربوط ہو جو اختلاف قرآن کے حروف وکلمات کے ساتھ ارتباط رکھتا ہو اور اسکی کیفیت قراء کی طرف سے نقل ہوئی ہو[البرہان،ص۳۸]

ابن جزری قرائت کی تعریف میں لکھتا ہے:

قرائت سے مراد کلمات قرآن کی ادائگی کی کیفیت اور اس کیفیت کا اختلاف ہے جو راوی سے نقل ہو اور اس سے منسوب ہو[منجد المقربین،ص۳]

انہوں نے دوسرے مقام پر لکھا ہے:

قرائت صحیح وہ ہے جس میں تین شرطیں پائی جاتی ہوں۔

۱۔قواعد عربی کے مطابق ہو۔

۲۔مصاحف عثمانی کے موافق ہو۔۳۔صحت سند صحابہ وپیغمبر کی جانب سے۔

[النشر فی القرءات العشر]

مراحل قرائت

قرائت قرآن کے مختلف مراحل کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

۱۔ سب سے پہلے قاری قرآن خود پیغمبر تھے جو قرآن کو اصحاب کیلئے قرائت کرتے تھے اور اصحاب بھی بلا واسطہ پیغمبر سے حاصل کرتے تھے انمیں اہم ترین اصحاب حضرت علی، ابی ابن کعب، عبداللہ ابن مسعود، زید ابن ثابت، ابو موسی اشعری وغیرہ تھے۔

۲۔ دوسرے مرحلہ میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کو پیغمبر سے حاصل کیا تھا انھیں حکم دیا گیا تھا کہ دوسروں کو سکھائیں، ان لوگوں نے شاگردوں کو تیار کیا اس طرح سے کہ ان کی قرائت مختلف شہروں میں رائج ہوئی، اس مرحلہ کی خصوصیت یہ تھی کہ ان کی قرائت افراد کی جانب منسوب تھی جیسے قرائت ابن مسعود یا قرائت ابی ابن کعب۔

۳۔ تیسرے مرحلہ میں قرآن کی قرائت اسلام کے مختلف مناطق میں وسعت کے ساتھ ممیز ہوئی اور تعلیم قرآن کی بھی ان کے درمیان رونق ہوئی اور کچھ مسلمانوں نے قرائت قرآن کے موضوع پر کام شروع کیا اس سے قرآن کی قرائت میں اختلاف کی زمین تیار ہوئی اس وجہ سے عثمان نے مصاحف کو یکساں کرنے کا جو ارادہ کیا اور کچھ لوگوں نے اپنی عمر کو قرائتوں کو منضبط کرنے میں صرف کیں جو استاد قرائت کے عنوان سے معروف ہوئے، لوگ دور دراز سے اسکی اطلاع حاصل کرنے اور انکی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنے کیلئے ان کے پاس آتے تھے۔ اس دور میں جس شخص نے قرائت کے بارے میں کتاب لکھی وہ ابان ابن تغلب تھے جو امام سجاد، امام باقر اور امام صادق کے شاگرد تھے۔

۴۔ تابعین کے بعد کا دور یعنی دوسری تیسری صدی ہجری۔ جسمیں مختلف مذاہب وجود میں آگئے تھے اسی صدی میں علم قرائت کی بنیاد رکھی گئی اس دور میں ابو عبیدہ قاسم ابن سلام نے پہلی کتاب لکھی {الاتقان فی علوم القرآن، ص ۶۲۲} اور قرائت کے سلسلے میں کچھ لوگ ماہرین کے عنوان

سے سامنے آئے جیسے ابو جعفر یزید ابن قعقاع، حمید ابن عقیل، یحی ابن حارث، نافع ابن ابی تمیم، عبد اللہ ابن کثیر، حمزہ ابن حبیب، عبداللہ ابن عامر وغیرہ۔

۵۔ چوتھی صدی ہجری میں قرائت کا اختلاف عروج پر پہونچا اس مرحلہ میں افراد قرائت کے بارے میں اجتہاد کرتے تھے اور اسی دلیل سے ابو بکر احمد ابن موسی ابن العباس مشہور بہ ابن مجاہد نے قرائت کے بارے میں اجتہاد کو بند کیا اور دوسری صدی کے سات قاریوں کو منتخب کیا [الفہرست، ص ۳۱۔ منقول از القرءات القرآنیہ عبدالہادی فضلی، ص ۵۳]

انھیں ابتدا میں مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے بہت سے معاصر علماء نے اس سلسلہ میں انکی مذمت کی لیکن ان کی سیاسی موقعیت و حیثیت اور اجتماعی نفوذ نے ایک طرف اور دوسری طرف روایات "نزل القرآن علی سبعۃ احرف" سبب بن گئی کہ ابن مجاہد کے کلام کا عمومی استقبال ہوا نہوں نے قراء سبعہ کو پہچنوایا۔

قاریوں کے انتخاب میں ابن مجاہد کا معیار

۱۔ لوگوں کے نزدیک قاریوں کی مقبولیت: ابن مجاہد نے کوشش کی کہ ان کا انتخاب کریں جو لوگوں میں مقبول ہوں وہ کہتے ہیں کہ ساتوں قاری حجاز، عراق اور شام کے ہیں جو قرائت میں تابعین کے جانشین شمار ہوتے ہیں اور مذکورہ مقامات کے لوگ اور مضافات کے لوگوں نے ان کی قرائت کو قبول کیا ہے [کتاب السبعۃ فی القرءات، ص ۸۷]

۲۔ قاری کی علم قرائت اور لغت سے آشنائی: ابن مجاہد نے ان لوگوں کو منتخب کیا جو علم قرائت اور وجوہ اعراب سے واقف تھے اور نقد و تحلیل کی صلاحیت و قدرت رکھتے تھے [حوالہ سابق]

❖ قرائتوں میں اختلاف کے عوامل:

عثمان کے زمانہ میں تمام مصاحف کو یکساں کرنے کیلئے اسلامی سماج سے قرآن کی جمع آوری ہوئی تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسے اسباب تھے جن سے لوگوں کے درمیان اختلاف وجود میں آیا اور مسلمان دوبارہ اختلاف قرائت میں گرفتار ہوئے، محققین نے چند اسباب ذکر کئے ہیں:

۱۔ تحریر کا ابتدائی ہونا: نزول قرآن کے زمانہ میں تحریر وخط ابتدائی مرحلہ سے گزر رہا تھا ابھی عرب اصول تحریر اور اس کے فن سے واقف نہ تھے اور اس لئے کبھی ایک کلمہ میں مشابہت کی وجہ سے زیادہ احتمالات دیتے تھے جیسے "ایلا فھم "کبھی "الا فھم "بغیر یاء کے اور کبھی "ا لفھم "لکھتے تھے اس سے قرائت میں اختلاف ہوا [التمہید، ج ۲]

۲۔ مصاحف عثمانی کا نقطہ اور حرکت سے خالی ہونا: اگرچہ عثمان کے زمانہ میں جمع آوری اور یکساں سازی میں دقت سے کام لیا گیا تھا لیکن ان مصاحف میں یہ بنیادی اشکال تھ اکہ اس میں نقطہ اور اعراب نہیں تھا [تاریخ قرآن معرفت، ص ۱۱۲]

ظاہر ہے کہ اس وجہ سے غیر عرب کے لئے قرآن کا پڑھنا دشوار تھا لیکن یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ کیوں آیات قرآنی میں نقطہ واعراب نہیں رکھا گیا؟ اسکی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ کا رسم الخط ویسا ہی رہا ہو جیسے "وحرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لایرجعون "[حرام ہے ان شہروں اور آبادیوں پر جو گناہ کے سبب نابود کئے گئے ہیں] چونکہ اس میں لفظ حرام بغیر الف کے آیا ہے اور کوئی اعراب وحرکت نہیں ہے تو بعض قاریوں جیسے حمزہ وکسائی نے حرام کو حرم پڑھا ہے [التمہید، ج ۲، ص ۱۴]

نیز خود عثمان نے حکم دیا تھا کہ مصاحف کو بغیر نقطہ کے چھوڑ دیا جائے تاکہ مختلف قرائتوں کا امکان رہے اور قرآن ساتوں وجہ قرائت کا متحمل ہو کہ بعض لوگ اس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۳۔ مختلف لغات کا پایا جانا: عربوں کے درمیان مختلف لغات سے استفادہ ہوتا تھا، جو ایک منطقہ میں بولی جاتی وہ دوسرے منطقہ میں نہیں بولی جاتی تھی۔

۴۔ لہجوں کا اختلاف: اگرچہ عرب میں قریش کا لہجہ بہترین اور فصیح ترین تھا اور قرآن اسی لہجہ کے مطابق نازل ہوا تھا لیکن قرآن کی تلاوت کرنے والے مختلف لہجہ رکھتے تھے اور ہر ایک اپنے لہجہ کے مطابق قرآن کی تلاوت کرتا تھا کبھی لہجہ حرکت کے سلسلہ میں دوسرے سے مختلف ہوتا تھا جیسے نستعین کہ بعض نون پر زبر اور بعض زیر کے ساتھ پڑھتے تھے اور کبھی تقدیم و تاخیر سے اختلاف ہوتا تھا جیسے لفظ صاعقہ کہ بعض صاقعہ تلفظ کرتے تھے۔

۵۔ قاریوں کا اجتہاد: کچھ نحویوں نے خود کو عربی کے چار قواعد سے مقید کر رکھا تھا اور اجازت دی تھی کہ اسی عقیدہ پر قرائت کریں جبکہ اس قرائت کی کوئی سند نقل و روایت میں نہیں تھی اور علماء نے اس کی سخت تردید کیا تھا۔

قراء سبعہ

[ساتوں قاریوں کا تعارف]

زمانہ صحابہ کے بعد مسلمانوں کے گروہ قرائت قرآن کے حوالہ سے مشہور ہو گئے جن کو ماہر قرائت سمجھا جاتا تھا مدینہ میں چند افراد جیسے یزید ابن قسقاع، نافع ابن ابی نعیم۔ مکہ میں عبد اللہ ابن کثیر، حمید ابن قیس۔ کوفہ میں عاصم ابن ابی النجود، حمزہ ابن حبیب، کسائی۔ بصرہ میں یعقوب حضرمی، ابو عمرو ابن علاء۔ شام میں عبد اللہ ابن عامر، یحیی ابن حارث وغیرہ قرائت کی تحقیق میں مشغول تھے لیکن ان افراد میں صرف سات افراد مخصوص شہرت کے حامل ہوئے جو قراء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں۔

عبد اللہ ابن عامر دمشقی

عمر ابن عبد العزیز کے زمانہ میں دمشق کے قاضی اور لوگوں کے پیشوا تھے انہوں نے قرآن اصحاب کی ایک جماعت سے پڑھا تھا اور جس زمانہ میں دمشق میں علماء کا ازدحام تھا استاد قرائت کے عہدہ پر فائز تھے [التمہید، ص ۱۸۶]

اکثر محدثین جیسے عجلی اور نسائی وغیرہ نے انکو ثقہ قرار دیا ہے اور مسلم نے بھی اپنی کتاب صحیح میں ان سے روایات نقل کی ہیں وہ سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔

عبد اللہ ابن عامر سے قرائت کے راویوں میں ہشام ابن عمار، عبد اللہ ابن احمد [ابن ذکوان] یہ دونوں حضرات ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔

عبد اللہ ابن کثیر مکی

مشہور یہ ہے کہ انہوں نے قرائت مجاہد سے حاصل کی [تاریخ القرآن۔ البیان فی تفسیر القرآن]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرائت میں عبد اللہ ابن سائب کے شاگرد تھے انہوں نے قرائت میں مصاحف مکہ کے رسم کی پیروی کی ہے اور قرائت بصرہ میں بھی بے تاثیر نہ تھے کیونکہ ابو عمرو ابن

علاء قاری بصرہ نے ابن کثیر سے قرائت سیکھی تھی ان کا ایک امتیاز یہ تھا کہ قرائت کے بارے میں روایات کو قواعد نحوی پر مقدم جانتے تھے یہ ان کی لوگوں کی نظر میں محبوبیت کا سبب تھا۔ابن کثیر سنہ ۴۵ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں مکہ میں وفات پائی۔ عبداللہ ابن کثیر سے قرائت کے راویوں میں احمد ابن محمد بزی، محمد ابن عبدالرحمن قنبل ہیں۔

ابو عمرو ابن علاء مازنی بصری

ان کے اساتذہ بہت تھے کیونکہ انہوں نے قرآن کو مختلف مناطق کے اساتذہ قرآن کیلئے قرائت کیا تھا جیسے مکہ، کوفہ، مدینہ، بصرہ۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ انہوں نے قرآن کو حسن بصری اور سعید ابن جبیر پر بھی پڑھا تھا ابو عمرو کے درس میں بہت سے لوگ شرکت کرتے تھے احمد ابن حنبل نے کہا ہے کہ ان کی قرائت میرے نزدیک محبوب ترین اور بہترین ہے کیونکہ ان کی قرائت قریش کی قرائت کے مطابق ہے [القرائات واللہجات، ص۲۰۶، عبدالوہاب حمودہ]

ابو عمرو سنہ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

ابو عمرو کی قرائت دو مشہور راویوں کے ذریعہ رواج پائی ہے، حفص ابن عمر الوردی، صالح ابن زیاد سوسی۔

نافع ابن عبدالرحمن ابن ابی نعیم اصفہانی

وہ علم قرائت میں ماہر اور مورد اطمینان عالم تھے بہت سے محققین نے علم قرائت میں ان کو قابل اعتماد مانا ہے، نافع اصفہان کے رہنے والے تھے اور قرآن کو ستر تابعین سے حاصل کیا تھا۔

ابن جزری نے لکھا ہے: نافع قراء سبعہ میں سے ایک اصفہانی تھے اور ستر افراد سے حاصل کیا تھا۔ [القرائات واللہجات، ص۲۱۵]

نافع قرائت اہل مدینہ کی امامت کا عہدہ رکھتے تھے، لیث ابن سعد کا بیان ہے کہ میں سنہ ۱۱۳ھ میں حج کیلئے گیا مدینہ میں قرائت میں نافع ابن ابی نعیم لوگوں کے امام تھے اور اہل مدینہ کہتے تھے کہ قرائت نافع سنت ہے۔ [تاریخ القرآن، عبدالصور شاہین۔ القرائات واللہجات]

وہ سنہ ۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۶۹ھ میں مدینہ میں دنیا سے گزر گئے۔ نافع کی قرائت کے راوی ابو موسی معروف بہ قالون، ورش عثمان ابن سعید ہیں۔

عاصم ابن ابی النجود الاسدی

وہ تابعین میں سے اہل کوفہ تھے قاریوں میں مشہور تھے انہوں نے چوبیس اصحاب کو درک کیا انہوں نے قرآن کو ابو عبدالرحمن سلمی اور زرین پر قرائت کیا۔

ابو عبدالرحمن کی خصوصیت یہ ہے کہ قرائت میں ان کے استاد امام علی تھے اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے قرائت میں کسی ایک لفظ میں بھی حضرت علی کی مخالفت نہیں کی وہ حضرت علی کے معتمد تھے۔

علم قرائت کے اکثر علماء عاصم کی قرائت کو فصیح ترین قرائت مانتے ہیں اور اہلسنت کے نزدیک بھی معتمد ہیں۔

اسی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عاصم کی قرائت تمام قرائتوں سے بہتر ہے، عاصم کی قرائت سند کے اعتبار سے بھی صحیح ترین ہے، اس وقت عام مسلمان قرآن کو انھیں کی قرائت پر تلاوت کرتے ہیں، ان کی ولادت سنہ ۷۶ھ میں اور وفات سنہ ۱۳۱ھ میں ہوئی، عاصم کی قرائت کے راوی حفص ابن سلیمان، ابو بکر ابن عیاش ہیں۔

حمزہ ابن حبیب زیات کوفی تمیمی

وہ منصور عباسی کی حکومت کے زمانہ میں زندگی گزار رہے تھے، اصحاب کا زمانہ پایا ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کو امام صادق، سلیمان ابن مہران اور حمران ابن اعین، لیث ابن ابی سلیم پر پڑھا [تاریخ القرآن]

اکثر محدثین نے حمزہ ابن حبیب کی تعریف کی ہے، ابن معین نے انکو موثق وصالح اور حدیث میں شایستہ جانا ہے اور ابو عبداللہ زنجانی نے کہا ہے: وہ امام، حجۃ، ثقہ، ضابط، بصیر، فرائض واحکام سے آگاہ، حافظ حدیث، خاشع اور قانع تھے۔ [تاریخ القرآن زنجانی، ص ۸۵]

ان سے روایت کرنے والے خلف ابن ہشام، بزاز بغدادی، ابو عیسی خلاد ابن خالد صیرفی ہیں۔

وہ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۵۶ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے۔

۷۔ علی ابن حمزہ کسائی کوفی:

حمزہ کے بعد کوفہ کے قاریوں کی ریاست کسائی تک پہونچی انہوں نے قرآن کو زیادہ اساتذہ جیسے حمزہ، محمد ابن عبدالرحمن، ابو بکر عیاش پر پیش کیا اگرچہ بعض موارد میں اپنے استاد حمزہ سے اختلاف رکھتے تھے۔

ابو عبیدہ کا بیان ہے: کسائی شایستہ اور لائق فرد قرائت میں تھے اور میں نے کسائی کی خصوصیات سے زیادہ کسی میں نہ پائی۔

کسائی نے قرآن وادبیات عرب میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، وہ سنہ ۱۷۹ھ میں شہر رے کے ایک گاوں میں دنیا سے گزر گئے بعض نے تاریخ وفات سنہ ۱۸۰ھ لکھی ہے۔

ان سے روایت کرنے والوں میں حفص بن عمر داری، لیث ابن خالد مروزی بغدادی ہیں۔

دو عظیم امور

۱۔ قراء سبعہ میں چار افراد شیعہ تھے جیسے عاصم ابن ابی النجود، ابو عمرو ابن علاء، حمزہ ابن حبیب، علی ابن حمزہ کسائی۔ اسی طرح ان سات قاریوں میں سے دو عرب تھے عبداللہ ابن عامر قاری دمشق اور ابو عمرو ابن علاء قاری بصرہ اگرچہ دوسرے قاری کے بعد کہا گیا ہے کہ وہ ایرانی تھے [التمہید، ص ۲۳۰]

۲۔ جن قرائتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں عاصم کی قرائت بروایت حفص بہترین قرائت ہے اس کے مختلف اسباب ذکر کئے جاسکتے ہیں:

○ عاصم کی قرائت عام مسلمانوں کی قرائت ہے پہلے دور سے، یہی تمام صحابہ کی قرائت تھی۔

○ یہ قرائت مسلمانوں کے درمیان متواتر قرائت کے مطابق ہے۔

○ عاصم قراء کے درمیان مخصوص خصوصیات کے حامل تھے جیسے ضابط ہونا، قرائت میں دقت اور احتیاط۔

○ قرائت عاصم کیلئے جو سند نقل ہوئی ہے اس کی دوسری قرائتوں میں نظیر نہیں ملتی ہے کیونکہ عاصم نے قرآن کو ابو عبد الرحمن سلمی پر قرائت کی اور عبد الرحمن نے کسی حرف میں حضرت علی سے اختلاف نہیں کیا۔

○ عاصم کی قرائت بروایت حفص فصیح ترین لغتوں کے مطابق ہے یعنی قریش کی لغت کے کیونکہ قرآن اسی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے۔ [التمہید، ج ۲، ص ۲۳۲]

قراء عشرہ[دس قاری]

محققین نے ساتوں قاریوں پر تین افراد کا اضافہ کیا ہے جن کو استاد قرائت کہا گیا ہے اس طرح دس قاری ہوتے ہیں:

اخلف ابن ہشام

یہ قرائت حمزہ کے راویوں میں سے ہیں لیکن بعض مقامات پر حمزہ سے اختلاف کیا ہے اور اپنی رائے اور نظریہ پر عمل کیا ہے۔ان کا انتقال سنہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

یعقوب ابن اسحاق بصری

کچھ محدثین نے جیسے احمد ابن حنبل اورابوحاتم نے انھیں نقل حدیث میں ثقہ مانا ہے قرائت میں ان کے راوی محمد ابن متوکل اور ابوالحسن روح ابن عبد الرحمن ہیں۔ان کا انتقال سنہ ۲۰۶ھ میں ہوا۔

ابو جعفر یزید بن قعقاع

وہ تابعین میں سے ہیں اور قرآن کو عبداللہ ابن عیاش اور عبداللہ ابن عباس کیلئے قرائت کیا ان کے راوی عیسی بن وردان اور سلیمان ابن مسلم بن جماز ہیں ان کی وفات سنہ ۱۳۰ھ میں ہوئی۔

قراء اربعۃ عشر[چودہ قاری]

مذکورہ دس قاریوں پر ان چار قاریوں کا اضافہ کیا گیا ہے:

حسن بصری، محمد ابن عبدالرحمن، یحیی ابن مبارک یزیدی، سلیمان ابن مہران اسدی۔

تواتر قرائت کی تحقیق

قرائتوں کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ آیا ساتوں قرائتیں متواتر ہیں یعنی پیغمبر اکرم نے ان قرائتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہونچی ہے، یا یہ کہ یہ قرائتیں خود قاریوں سے مربوط ہیں؟ اگر پہلی صورت کو تسلیم کریں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ساتوں یا دسوں قرائتیں حجت ہوجائیں گی۔

مسلمان تواتر قرآن کے بارے میں متفق ہیں کیونکہ دین کی بنیاد قرآن ہے، نیز نقل آیات کے لئے بہت سے امور موجود ہیں تو قرآن کا متواتر ہونا طبیعی ہے نیز قرآن خبر واحد کے طور پر نقل نہیں ہوا ہے، اس مسئلہ کا تعلق قرائتوں سے نہیں ہے، اہلسنت میں سے کچھ قرائتوں کے متواتر ہونے کے قائل ہیں اور بعض لوگوں کی جانب منسوب ہے کہ اگر کوئی تواتر کا قائل نہ ہو تو وہ کافر ہے [البیان فی تفسیر القرآن، ص ۱۳۳]

صحیح پہلا قول ہے کیونکہ قرآن و قرائت دو الگ الگ چیزیں ہیں قرآن سے مراد وہ وحی ہے جو پیغمبر پر نازل ہوئی ہے لیکن قرائت سے مراد اس وحی کے الفاظ کا مختلف طرح سے لکھنا یا اس کی کیفیت ہے۔ [زرکشی، البرہان، ص ۴۶۵]

زرکشی نے اس سلسلہ میں تحریر کیا ہے: اعلم ان القرآن والقرائت حقیقتان متغایرتان فالقرآن هو الوحی المنزل علی محمد للبیان ولاعجاز والقرائت هی اختلاف الفاظ الوحی المذکور فی کتبة الحروف اور کیفیتها [حوالہ سابق]

قرائتوں کے عدم تواتر پر اس طرح دلیلیں قائم کی جاسکتی ہیں

۱۔ ہر قاری اپنی قرائت کے سلسلہ میں مخصوص دلیل ذکر کرتا ہے تو اگر قرائت متواتر ہوتی تو دلیل کی ضرورت نہ ہوتی۔

۲۔ قرائتوں کے درمیان تناقض موجود ہے اور یہ محال ہے کہ پیغمبر متناقض قرائت کے ذریعہ پڑھیں۔

۳۔ بعض بزرگ علماء نے بعض قاریوں کی قرائت کو قبول نہیں کیا ہے مثلاً طبری نے عامر کی قرائت کو رد کیا ہے تو اگر تمام قرائتیں متواتر ہوتیں اور پیغمبر سے منقول ہوتیں تو کوئی ایسی بات نہیں کر سکتا تھا۔

تواتر قرائات کی دلیلیں

کچھ لوگوں نے قرائت کے تواتر کی دلیلیں قائم کی ہیں جو سب مخدوش اور ضعیف ہیں ان دلیلوں میں اجماع، صحابہ و تابعین کا اہتمام، تواتر قرآن و قرائت کے درمیان لازمہ، معنی کے اعتبار سے قرآن و قرائت میں وحدت۔

روایات سبعۃ احرف کی تحقیق

منابع اہلسنت میں پیغمبر کی احادیث اکیس مختلف طریقوں سے نقل ہوئی ہیں، ہم ان روایت کو چند طریقوں سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ عن حرمله عن ابن وهب عن يونس و ابی کريب عن ابن شهاب باسناده عن ابن عباس حدثه ان رسول الله قال اقرانی جبرئيل علی حرف فراجعته فلم ازل استزيده فيزيدنی حتی انتهی الی سبعة احرف [صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۰۲۔ صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۰۰]

ابن عباس نے بیان کیا ہے: رسول خدا نے فرمایا جبرئیل نے قرآن کو ایک حرف پر قرائت کیا تھا پس میں نے اسکو لوٹا دیا میں مسلسل زیادہ کا تقاضا کرتا رہا یہاں تک کہ سات حرف پر منتہی ہوا۔

۲۔ عن عبد الرحمن ابن ابی ليلی عن جده عن ابی ابن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل يصلی فقرا قرائة انکرتها عليه ثم دخل رجل آخر فقرا قرائة

غیر قرائة صاحبه فدخلنا جمیعا علی رسول الله فقلت یا رسول الله ان هذا قرا قرائة انکرتها علیه ثم دخل هذا فقرا قرائة غیر قرائة صاحبه فامرهما رسول الله فقرا وحسن رسول الله شانهما فوقع فی نفسی من التکذیب فقال لی یا ابی ارسل الی ان اقرا القرآن علی حرف فرددت علیه ان هون علی امتی فرد علی فی الثانیة ان اقرا القرآن علی حرف فرددت علیه ان هون علی امتی فرد علی فی الثالثة ان اقرا علی سبعة احرف.

[مسند احمد حدیث ۲۰۲۳۴]

ابی ابن کعب کا بیان ہے کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص وارد ہوا اور نماز ایسی قرائت کے ساتھ پڑھی جس کا میں منکر تھا اسی وقت دوسرا شخص آیا اس نے نماز پہلے شخص سے جدا قرائت کے ساتھ پڑھی ہم تینوں پیغمبر اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے کہا یا رسول اللہ اس شخص نے ایسی قرائت کے ساتھ نماز ادا کیا ہے جس کا میں منکر ہوں دوسرا وارد ہوا اس نے اس سے جداگانہ قرائت کے ساتھ ادا کیا دونوں سے پڑھنے کیلئے نبی اکرم نے کہا اور پھر دونوں کی قرائت پر تحسین کہا مجھے خیال آیا کہ اسکی تکذیب کردوں پیغمبر اکرم نے فرمایا اے ابی قرآن مجھ پر نازل ہوا ہے کہ ایک حرف پر قرائت کروں پس میں نے اسکو رد کر دیا تاکہ میری امت پر قرائت آسان ہوجائے یہاں تک کہ تیسری مرتبہ حکم دیا کہ قرآن سات حرفوں پر قرائت کرو۔

۳۔ اخرج عن عمرو بن عثمان العثمانی باسناده عن المقبری عن ابی هریرة انه قال قال رسول الله انزل القرآن علی سبعة احرف فاقرئوا ولا حرج.

[سنن ترمذی، ج۵، ص۱۹۴]

ابوہریرہ نقل کرتا ہے: پیغمبر اسلام نے فرمایا قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا تھا سات حرفوں پر اسکی قرائت میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔عن ابی ابن کعب ان رسول الله لقی جبرئیل فقال له انی بعثت الی امة امیین منهم العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریة والرجل الذی لم یقرا کتابا قط قال یا محمد ان القرآن انزل علی سبعة احرف.

[حوالہ سابق]

پیغمبر اسلام نے جبرئیل سے ملاقات کیا اور فرمایا میری امت میں ناتواں، پیر وضعیف، غلام وکنیز اور ایسے افراد ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں جبرئیل نے کہا اے محمد قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔

حدیث سبعۃ احرف منابع شیعہ میں

حدیث سبعۃ احرف بعض منابع وکتب شیعہ میں بھی نقل ہوئی ہے، مرحوم شیخ صدوق نے اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے: عن عیسی بن عبدالله الهاشمی عن ابیه عن ابائه قال قال رسول الله اتانی آت من الله فقال ان الله یامرك ان تقرا القرآن علی حرف واحد فقلت یارب وسع علی فقال ان الله یامرك ان تقرا القرآن علی حرف واحد فقلت یارب وسع علی امتی فقال ان الله یامرك ان تقرا القرآن علی سبعة احرف.

[الخصال صدوق، ج ۲، ابواب السبعہ، ص ۱۱]

رسول خدا نے فرمایا اللہ کا ایک فرستادہ میرے پاس آیا اور کہا اللہ کا حکم ہے قرآن کو ایک حرف پر پڑھو اس سے کہا میرے خدا وسعت دے اس آنے والے نے کہا اللہ کا حکم ہے قرآن ایک حرف پر پڑھو میں نے کہا پروردگارا میری امت کو چھوٹ دیدے اس نے کہا اللہ کا حکم ہے قرآن ایک حرف پر پڑھو میں نے کہا خدایا میری امت کو چھوٹ دیدے اس آنے والے نے کہا اللہ کا حکم ہے قرآن کو سات حرفوں پر پڑھو۔

عن حماد بن عثمان قال قلت لابی عبد الله ان الاحادیث مختلف عنکم قال فقال ان القرآن نزل علی سبعة احرف وادنی ماللامام ان یفتی علی سبعة وجوه ثم قال هذا عطائونا فامنن اوامسك بغیر حساب. [حوالہ سابق]

حماد نے امام جعفر صادق سے کہا آپ کی احادیث مختلف ہیں امام نے فرمایا قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے، امام کیلئے کمترین وجہ یہ ہے کہ سات وجہ پر فتوی دے اس کے بعد امام نے فرمایا یہ ہماری عطا ہے جس کو چاہو دیدو اور جس کو چاہو نہ دو۔

روایات کی تنقید و تحقیق

ان روایتوں کو چند دلیلوں سے قبول نہیں کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ان روایتوں میں اختلاف موجود ہے کیونکہ بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ یہ قرائت میں زیادتی تدریجی صورت میں ہوئی ہے پیغمبر کی درخواست کے بعد۔ اور بعض دوسری روایتوں میں آیا ہے یہ کثرت قرائت دفعی صورت میں ایک مرحلہ میں آئی ہے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بعض روایتوں میں قرائت میں اضافہ کا مطالبہ میکائیل کی راہنمائی میں اور بعض میں جبرئیل کی راہنمائی سے ہے، ایک تناقض یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ابی ابن کعب مسجد میں داخل ہوئے اور ایک شخص کو غلط قرائت کرتے دیکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ ابی ابن کعب نے دیکھا کہ دو شخص آئے اور ایک دوسرے کے خلاف پڑھ رہے تھے۔ ان تناقضات کی وجہ سے روایت قبول نہیں کی جاسکتی ہے۔

۲۔ ہمارے بزرگ علماء نے اس روایت کو رد کیا ہے جیسا کہ شیخ طوسی نے تہذیب، ج۹ میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اگر روایتوں کو صحیح مان لیا جائے اور انکی نقل اہلبیت سے ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے مراد عرب کے مختلف لہجے اور لغات ہیں تاکہ امت کے لئے یہ کام آسان ہو اور خدا نے اجازت دی ہے کہ ہر قبیلہ اپنے مروجہ لہجہ میں پڑھے۔

۴۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ سبعۃ احرف سے مراد زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال ہیں اور بعض روایات میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ ان حدیثوں کے معنی محققین کے نزدیک مبہم ہیں۔ ابن جزری، سیوطی نے اور آیۃ اللہ خوئی نے کہا ہے: ان نزل القرآن علی سبعۃ احرف لایرجع الی معنی صحیح [البیان فی تفسیر القرآن، ص۲۱۱]

۶۔ روایات عقلی معیار سے بھی ناسازگار ہیں کیونکہ عقل اس کو قبول نہیں کرتی کہ ایک ایسی نص الٰہی میں اختلاف ہو جو قانون ابدی ہے مسلمانوں کیلئے۔

قرآن کی جمع آوری

لفظ جمع کے معانی

لفظ جمع کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں

۱۔ ذہن وسینہ میں جمع کرنا جسکا مقصد حفظ ہے۔

۲۔ دوسرے معنی تدوین اور لکھنا ہے۔

قرآن کے تحریر کرنے کا ایک سبب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہے، پیغمبر اسلام سختی کے ساتھ اس کا اہتمام کرتے تھے اور کچھ ایسے لوگوں کو منتخب کیا تھا جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے تاریخ میں ایسے افراد کو کاتبان وحی کہا جاتا تھا، ان کی تعداد بعض مورخین کی نظر میں ۴۳ افراد پر مشتمل تھی جنکا تذکرہ نام کے ساتھ ہے [تاریخ القرآن زنجانی، ص ۴۲]

جمع آوری قرآن کے بارے میں اقوال

اس بارے میں مختلف نظریات ہیں انمیں سے اہم یہ ہیں:

۱۔ خود پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ان کے حکم سے جمع آوری ہوئی ہے۔

۲۔ زمانہ پیغمبر کے بعد ابوبکر کے زمانہ میں جمع ہوا ہے۔

۳۔ قرآن عثمان کے زمانہ میں جمع ہوا انہوں نے اوراق پراگندہ سے اسے جمع کیا۔

[تاریخ القرآن، محمد حسین علی صغیر، ص ۶۵]

زمانہ پیغمبر اسلام میں جمع آوری قرآن

محقق عالی قدر سید جعفر مرتضی نے اس نظریہ پر دس دلیلیں قائم کی ہیں لیکن یہاں اہم ترین دلیلیں ذکر کی جارہی ہیں [حقائق الھامہ حول القرآن الکریم، ص ۶۵]



۱۔ قرآن کریم کا زمانہ رسول میں تحریر کرنا ایک واضح اور ضروری امر ہے کیونکہ قرآن سند اور معجزہ اسلام ہے اس اہم کام کو چھوڑنا رسول کیلئے ناممکن ہے کیونکہ اس کے کوئی معنی نہیں ہیں کہ اس بنیادی کام کو آنحضرت دوسروں پر چھوڑدیں دوسری جانب یہ امر بھی ہے کہ سینہ میں قرآن کا محفوظ رکھنا اس آسمانی عظیم کتاب کی بقاء کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا اس بنیاد پر پیغمبر نے کچھ افراد کا انتخاب کیا تاکہ وہ قرآن کو لکھیں اور خود آنحضرت اس کی نگرانی کرتے تھے۔

۲۔ متعدّد روایتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ قرآن زمانہ پیغمبر میں لکھا جاچکا تھا اس قسم کی روایات بھی چند گروہوں میں تقسیم ہوتی ہیں:

○ اخبار ثقلین جو شیعہ و سنی کے درمیان متواتر میں ہیں جیسے: قال رسول الله انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهل بیتی..... [مستدرک علی الصحیحین، ص ۱۰۹]

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک کتاب خدا اور میری عترت واہل بیت۔

قال رسول اللہ انی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی...

[المراجعات، ص ۲۶۴]

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں انمیں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے کتاب خدا اور میری عترت واہلبیت۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ پیغمبر میں قرآن جمع ہوچکا تھا کیونکہ لفظ کتاب پراگندہ تحریر کو نہیں کہا جاتا نیز یہ کہ لفظ کتاب قرآن وسنت میں بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن جمع ہوچکا تھا۔

[تاریخ القرآن الصغیر، ص ۷۷]

○ وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبر نے کاتبان وحی کو معین کیا تھا تاکہ وہ وحی کو لکھیں۔

○وہ چیزیں جن میں صراحت ہے کہ قرآن کی جمع آوری زمانہ پیغمبر میں ہوئی تھی:عن قتادہ قال سئلت انس بن مالك من جمع القرآن علی عهد رسول الله قال اربعة كلهم من الانصار ابی بن كعب،معاذبن جبل،زید بن ثابت وابو زید[البرہان زرکشی، ص۲۴۱]

قتادہ کا بیان ہے کہ میں نے انس ابن مالک سے سوال کیا زمانہ رسول خدامیں کس نے قرآن جمع کیا تھا اس نے کہا چار افراد نے جو سب کے سب انصار سے تھے ابی ابن کعب، معاذ ابن جبل، زید زبن ثابت، ابوزید۔

عن زید بن ثابت قال انا كنا عند رسول الله نولف القرآن من الرقاع

[الاتقان فی علوم القرآن، ص۹۹]

زید ابن ثابت کا بیان ہے کہ ہم نے نبی کی خدمت میں رہ کر قرآن کو کھالوں پر سے جمع کیا تھا۔

اس خبر میں لفظ تالیف کتابت کے علاوہ تنظیم وترتیب پر بھی دلالت کرتا ہے۔

○وہ اخبار جو ختم قرآن کی کیفیت کو پیغمبر سے نقل کرتی ہیں:عن عبدالله بن عمرو قال یارسول الله فی كم اقرا القرآن قال اختمه فی شهر قلت انی اطیق افضل من ذلك قال اختمه فی عشرین۔[تاریخ القرآن صغیر، ص۷۳]

عبد اللہ ابن عمر نے رسول اسلام سے سوال کیا اے رسول اللہ کتنی مدت میں قرآن ختم کریں؟آپ نے فرمایا ایک مہینہ میں ۔میں نے عرض کیا اس سے کم مدت میں بھی ختم کرسکتے ہیں؟آنحضرت نے فرمایابیس روز میں۔

۳۔ سورہ حمد کے مشہور ناموں میں فاتحۃ الکتاب ہے تو اگر قرآن زمانہ رسول میں جمع نہ ہوا ہوتا تو اس سورہ کا یہ نام کیونکر قرار پاتا، جبکہ یہ سورہ ترتیب نزول کے مطابق پہلا نازل شدہ سورہ نہیں ہے، تو نتیجہ یہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ سورہ نظم وترتیب کے لحاظ سے قرآن کے شروع میں قرار پایا ہے اسے فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے۔

۴۔ ہر سورہ کے ماقبل ومابعد سے مناسبت روشن دلیل ہے کہ قرآن زمانہ رسول میں جمع ہوا ہے کیونکہ پیغمبر کے علاوہ کوئی اس کام کے انجام دینے پر قادر نہیں تھا [التمہید، ص۲۸۵]

۵۔ وہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ قرآن بعد رحلت رسول جمع ہوا وہ ایک دوسرے کی معارض ہیں [البیان فی تفسیر القرآن، ص۲۵۷]

۶۔ بعد رحلت پیغمبر جمع قرآن کا لازمہ تحریف ہے [حوالہ سابق]

دلائل جمع قرآن بعد رحلت پیغمبر

۱۔ زید ابن ثابت نے نقل کیا ہے کہ رسول دنیا سے اس حالت میں تشریف لے گئے کہ قرآن ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا: قبض النبی ولم یکن القرآن جمع وانما کان فی الکرانیف والعسب۔ [تفسیر الطبری، ج۱، ص۶۳]

نبی دنیا سے رخصت ہوئے جبکہ قرآن جمع نہیں ہوا تھا بلکہ خرمہ کی شاخوں اور لکڑیوں پر لکھا ہوا تھا۔

۲۔ پیغمبر آخری عمر تک وحی کے انتظار میں تھے اور اس کی فرصت نہ ملی کہ لوگوں کو آمادہ کرتے کہ آیات اور سوروں کو ایک مصحف میں جمع کریں

۳۔ قرآن کی جمع آوری حضرت علی کے ہاتھ سے ہوئی بہترین دلیل عدم جمع آوری ہو اور خود آنحضرت نے حضرت علی کو جمع کرنے کا حکم دیا: ان رسول اللہ قال لعلی یا علی ان القرآن خلف فراشی فی المصحف والحریر والقراطیس فخذوہ واجمعوہ ولاتضیعوہ کما ضیعت الیہود والتورات۔ [تاریخ القرآن، بحار الانوار، ج۸۹]

رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا قرآن میرے بستر کے پاس صحیفوں، کاغذوں اور پارچوں پر ہے پس اسکو جمع کرو اسکو ضائع نہ کرنا جیسے یہودیوں نے توریت کو ضائع کر دیا۔

۴۔ زید ابن ثابت نے ابوبکر کی جمع قرآن کی تجویز پر کہا کہ کیونکر اس کام کو انجام دوں، یہ صحابہ میں نہیں تھا، یہ بھی دلیل ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔

جمع قرآن کے مختلف معنی

لفظ جمع کے مختلف معانی کو نظر میں رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ موافقین و مخالفین میں ہر ایک نے جمع کے کسی معنی کا لحاظ کیا ہے اس لئے پہلے جمع کے مختلف معانی کو بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ جمع کے ایک معنی ہیں "ایک چیز کے اجزاء کو ایک دوسرے سے نزدیک کرنا اس طرح کہ ایک دوسرے کا ضمیمہ ہوجائے "قرآن میں آیا ہے: **ان علینا جمعه و قرآنه** [سورہ قیامت آیہ ۱۷] یہ اسی معنی میں ہے۔

۲۔ جمع کے معنی "آیتوں اور سوروں کا یاد کرنا اس کی نزول کے زمانہ میں "صحابہ کے درمیان بہت اہمیت تھی اور حفاظ قرآن کو جماع قرآن کہا جاتا تھا یہ معنی زمانہ پیغمبر میں تشکیل پاچکا تھا۔

[مناہل العرفان، ج۱، ص ۱۷۳]

۳۔ جمع کا معنی لکھنا کہ اس زمانہ میں قرآن کو پتھر یا ہڈیوں پر لکھتے تھے اور اس کی حفاظت کرتے تھے یہ بھی پیغمبر کے زمانہ میں ہوچکا تھا، بحث یہ ہیکہ کیا آیتوں کا لکھنا یا سوروں کی تنظیم ایک دوسرے کے پہلو میں یا ایک آیت کے کلمات کی تنظیم یہ سب زمانہ رسول میں ہوا ہے یا اس میں سے کچھ حصہ بعد رحلت رسول ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہر آیت کے کلمات کا نظم اور ایک سورہ کے قالب میں اسکی تنظیم آنحضرت کے زمانہ میں ان کے حکم سے ہوئی لیکن سوروں کی تنظیم بعد رحلت پیغمبر ہوئی۔

۴۔ جمع کے معنی مختلف قرائتوں کو ایک کرنا۔ یہ عثمان کے زمانہ میں ہوا۔

۵۔ موجودہ صورت میں قرآن جمع کرنا۔ یہ مسلم ہے کہ یہ مسئلہ بعد رحلت رسول ہوا۔

علامہ طباطبائی نے فرمایا کہ موجودہ صورت میں قرآن کا وجود رسالتمآب کے زمانہ میں مرتب نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ پراگندہ سورے کے، جو بغیر ترتیب لوگوں کے درمیان موجود تھا

[المیزان، ج ۳، ص ۷۸]

۶۔ جمع قرآن کے معنی اسکا ایک مصحف میں جمع کرنا۔ یہ قسم جمع کی بعد رحلت رسول ہوئی۔

کاتبان وحی

پیغمبر اسلام نے اس آسمانی معجزہ کے تحفظ اور تحریف سے محفوظ رکھنے کیلئے سینوں میں محفوظ رکھنے کا حکم بھی دیا اور لکھنے پر بھی خصوصی توجہ دی اور ایسے افراد کو منتخب کیا جنھیں کاتبان وحی کے نام سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔

کچھ محققین نے ان افراد کی تعداد ۴۳ افراد تک بتائی ہے اور عبداللہ ابن ابی سرح کو مکہ کا پہلا کاتب وحی اور ابی ابن کعب کو مدینہ کا پہلا کاتب وحی بتایا ہے [تاریخ القرآن زنجانی، ص ۴۲]

باوجودیکہ جو بات واقعیت سے قریب اور روایات سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت علی تنہا شخص تھے جو ہمیشہ پیغمبر کے ساتھ جنگ و صلح کے مواقع میں تھے اس لئے انھیں کو پہلا کاتب وحی سمجھنا چاہئے ابی ابن کعب اور زید ابن ثابت کا مرتبہ بعد کا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگ زید ابن ثابت کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کرنے کی خواہش کی زید نے کہا کہ میں ہمسایہ رسول خدا تھا اور جس زمانہ میں وحی نازل ہوتی تھی وہ مجھ کو بلاتے تھے اور میں وحی کو لکھتا تھا [تاریخ القرآن زنجانی]

اور دوسری روایت میں ہے کہ جس زمانہ میں آیہ "لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر" نازل ہوئی پیغمبر نے فرمایا کہ زید سے کہو آئے لوح و دوات لیکر زید آئے پیغمبر نے فرمایا لکھو تو زید نے لکھنا شروع کیا [تاریخ اقرآن زنجانی، ص ۵۲]

کاتبان وحی کے نام

مکہ ومدینہ کے اندر کاتبان وحی کی ایک تعداد تھی؛

○مکہ میں کاتبان وحی: حضرت علی، ابو بکر، عمر، عثمان، عبد اللہ ابن سعد، خالد ابن سعید، طلحہ، زبیر، سعد ابن ابی وقاص، علاء ابن حضرمی، ارقم ابن ابی ارقم، مصعب ابن عمیر، حاطب ابن عمرو، حاطب ابن ابی بلقعہ، حجم ابن قیس، عامر ابن فہیرہ، عبداللہ ابن جحش، سالم مولی ابی حذیفہ۔

○مدینہ میں کاتبان وحی: ابی ابن کعب، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن رواحہ، ثابت ابن قیس، حنظلہ ابن ربیع، حذیفہ ابن یمان، عبداللہ ابن زید، عبد اللہ ابن ارقم، علاء ابن عقبہ، محمد ابن سلمہ، حنظلہ ابن ابی عامر، عقبہ ابن عامر، معاذ ابن جبل، ابو ایوب انصاری، مغیرہ ابن شعبہ، خالد ابن ولید، ابان ابن سعید، ابوسفیان، معاویہ۔

کاتبان وحی میں سے کچھ افراد جیسے عبد اللہ ابن سعد مرتد اور نصرانی ہوگئے تھے، انس ابن مالک کا بیان ہے: عبد اللہ ابن سعد کے دفن کے وقت اس کو دو مرتبہ زمین نے باہر ڈال دیا تھا کیونکہ اس نے کبھی وحی لکھنے میں تبدیلی پیدا کی تھی جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ اس نے "عزیزا حکیما" کے بجائے "غفورا رحیما" لکھا، لیکن اس سے تحریف قرآن کا شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ دوسرے لکھنے والے بھی تھے جو پیغمبر کے مورد اعتماد تھے اور وحی کو صحیح طور پر لکھتے تھے۔

ان کاتبان وحی میں کچھ وہ بھی تھے جو آنحضرت کے خطوط کو لکھتے تھے، مدائنی کا بیان ہے کہ معاویہ عرب اور پیغمبر کے درمیان خطوط لکھتے تھے اور ایسی اسناد بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض عہدنامے معاویہ کی تحریر میں ہیں [فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۷]

قرآن لکھنے کا سامان

زمانہ رسول خدا میں قرآن کو لکھنے کے لئے مختلف سامان سے استفادہ کیا گیا روایتوں سے پتہ چلتا ہے:

○قراطیس: جمع قرطاس، کاغذ جو اس زمانہ میں ہندوستان میں بنتا تھا اور حجاز کاغذ کی تجارت کا مرکز تھا وہاں سے شام وغیرہ جاتا تھا مسلمان اس سے واقف تھے اور اس سے استفادہ کرتے تھے۔

○عسب: کھجور کی چھال ○لخاف: سفید پتھر ○رقاع: کاغذ، پوست، گھانس ○حریر: آبریشم ○اقتاب: وہ لکڑی جو اونٹ کی پشت پر رکھی جاتی تھی ○اکتاف: اونٹ یا گوسفند کے شانہ کی ہڈی ○شظاط: لکڑی کی ایک قسم ○ادیم: حیوان کی دباعت شدہ کھال ○لوح: لکڑی یا ہڈی کی تختی ○قضیم: سفید رنگ کی کھال ○کرانیف: شاخ خرما طبری نے بیان کیا ہے قبض النبی ولم یکن القرآن جمع وانما کان فی الکرانیف والعسب

[حوالہ کیلئے لسان العرب، مجمع البحرین، تفسیر طبری دیکھیں]

جمع آوری قرآن کے مراحل

مرحلہ اول: حفظ آیات الٰہی

نزول وحی کے زمانہ سے صحابہ کا ایک گروہ آیات الٰہی کی حفاظت کرنے میں مشغول ہوا، تاریخ میں یہ گروہ حفاظ قرآن اور جماع القرآن کے نام سے مشہور ہوا [حقائق ھامۃ حول القرآن الکریم، ص۹۶]

خود رسول اکرم بھی قرآن کریم کی حفاظت کی طرف خصوصی توجہ رکھتے تھے اور اصحاب کو اس کی جانب تشویق دلاتے تھے، حفاظ کی تعداد یہاں تک پہونچی کہ قرطبی کے نقل کے مطابق ان میں سے ستر افراد جنگ یمامہ میں شہید ہوئے [الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۱۲۲]

حفظ و حافظان قرآن

زمانہ پیغمبر اسلام میں جو جمع قرآن و حفظ قرآن ہوا وہ محققین کی نظر میں جمع اول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی صحابہ کا ایک گروہ نزول قرآن کے زمانہ میں دل سے یاد کرتا تھا یہ افراد تاریخ میں حفاظ قرآن کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔

پہلے حافظ قرآن خود پیغمبر اسلام کو شمار کیا جاسکتا ہے کیونکہ پیغمبر اس مورد میں بہت سختی کرتے تھے اور الطاف الٰہی کے ساتھ ایک مرتبہ پڑھنے کے ساتھ ہی قرآن کو یاد کر لیتے تھے یہاں تک کہ جبرئیل طولانی سورہ کو پیغمبر پر پڑھتے تھے اور آنحضرت ایک بار پڑھنے کے ساتھ اس طرح حفظ کر لیتے تھے کہ وہ کبھی فراموش نہیں کرتے تھے۔

علامہ طبرسی آیہ "لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرآنه فاذا قرائته فاتبع قرآنه" [سورہ قیامت آیہ ۱۶۔۱۸] کے ذیل میں فرماتے ہیں، جب قرآن پیغمبر پر نازل ہوتا تھا تو وہ اپنی زبان کو حرکت دیتے تھے اسے پڑھتے تھے اور اس کو یاد کرنے حرص رکھتے تھے خدا نے ان سے فرمایا کہ اس حرص کی ضرورت نہیں ہے چونکہ ہم نے قرآن کی حفاظت کو تمہارے سینہ میں ضمانت کر دیا ہے۔

آیات قرآن کے یاد کرنے کی کوشش صرف پیغمبر تک محدود نہ تھی وہ دوسروں کو بھی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی قرآن کو دل کے حوالہ کرتے تھے، حفاظت کرنے پر نگرانی اتنی تھی کہ اگر کوئی ایک حرف یا کلمہ کو کم زیادہ، یا بدلتا تھا تو اس مواخذہ ہوتا تھا۔

حافظین قرآن کی تعداد

زمانہ پیغمبر میں حافظین قرآن کی تعداد ستر افراد سے زیادہ تھی یہاں تک کہ جنگ یمامہ اور بئر معونہ میں ستر حافظین قرآن شہید ہوئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ پیغمبر حافظین کی تعداد ستر سے زیادہ تھی۔

حفظ قرآن ابتدائی دنوں سے ہی اس قدر اہم تھا کہ ابو موسی اشعری کہتا ہے کہ رسول خدا راتوں کو قرآن سکھانے کے حلقہ میں جاتے تھے اور ان کی قرائتوں کو سنتے تھے اور ان کی قرائت کے اسباب اور میزان کی اصلاح کرتے تھے [تاریخ قرآن محمود رامیار، ص ۲۲۷]

ابو عبیدہ، قاسم ابن سلام نے بہت سے حافظین و قاریان قرآن کا ذکر کیا ہے جو سب صحابی تھے۔

سب سے پہلے حافظ قرآن حضرت علی کو قرار دیا ہے جو ہمیشہ حضرت رسول خدا کے ہمراہ رہتے تھے، اصحاب قرآن یاد کرنے کے بعد اس کی نشر واشاعت نیز تعلیم میں مشغول ہوتے تھے پہلے مرحلہ میں اسکو اپنے فرزندوں اور خانوادہ کو سکھاتے تھے۔ نزول آیات کو چند دن نہیں گزرتے تھے کہ بہت سے لوگ قرآن کو پیغمبر پر پیش کر دیتے تھے، سیوطی نے ان افراد کو ذکر کیا ہے ان میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے:

مہاجرین: خلفاء اربعہ، طلحہ، سعید ابن عبید، عبداللہ ابن مسعود، حذیفہ، سالم ابن معقل، ابو ہریرہ، عبداللہ ابن سائب، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ وغیرہ۔

انصار: عبادۃ ابن صامت، معاذ ابن جبل، مجمع ابن جاریہ، فضالہ ابن عبیدہ، مسلمہ ابن مخلد، ام ورقہ۔ [الاتقان فی علوم القرآن، ص ۱۲۴]

حفظ قرآن کا جذبہ

قرآن اور آیات الٰہی کے حفظ کے پس پردہ بہت سے جذبات کار فرما تھے ان میں سے اہم ترین کا ذکر کیا جارہا ہے:

۱۔ قرآن اسلامی دنیا کا اساسی قانون شمار کیا جاتا تھا، اس لئے مسلمانوں کے نزدیک اس کا مقام بلند ہے.

۲۔ مسلمان قران کو فصاحت وبلاغت میں بلند وخوبصورت کلام جانتے تھے یہاں تک کہ جب بزرگان علم وادب قرآن کی طرف توجہ کرتے ہیں تو اس کا نظم وآہنگ دیکھکر مبہوت ہوجاتے ہیں اور اس کی دلنشین آواز پر کان دھرتے ہیں، اسلام کے سخت ترین دشمن اگرچہ لوگوں کو قرآن سننے سے منع کرتے تھے لیکن خود شبانہ روز دوسروں سے چھپ کر دل سے سنتے تھے۔

۳۔ پیغمبر حافظوں اور ان کے بلند مرتبہ کا احترام کرتے تھے قرائت قرآن کے جلسہ میں حاضر ہوتے تھے اور قاریوں کی آواز غور سے سنتے تھے، جنگ احد میں ایسے لوگوں کو دفن کرنے میں مقدم کرتے تھے جو حفظ وقرائت قرآن میں زیادہ حصہ رکھتے تھے۔

۴۔ کاغذ اور لکھنے کی کمی بھی مسلمانوں کو آمادہ کرتی تھی کہ قرآن کو یاد کریں۔

۵۔ عرب کا قوی حافظہ بھی ایک سبب تھا کہ قرآن کو بخوبی یاد کرلیں وہ کبھی کبھی ایک بار سن کر یاد کرلیتے تھے۔

دوسرا مرحلہ: سوروں اور آیتوں کی تنظیم وکتابت جداگانہ صورت میں

قرآن کریم کا ہر سورہ جداگانہ صحیفہ میں کپڑوں اور کھالوں پر لکھا ہوا تھا اور ان کی آیات معین تھیں جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتا تو اصحاب متوجہ ہوجاتے تھے کہ پہلا سورہ ختم ہوگیا اور دوسرا سورہ شروع ہوگیا۔ علامہ طباطبائی نے ابن عباس کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ پیغمبر بسم اللہ کے نازل ہونے سے جانتے تھے کہ پہلا سورہ ختم ہوگیا۔ [المیزان، ج ۱۲]

لیکن اس مرحلہ میں تمام سورے ایک صحیفہ میں جمع نہیں ہوئے تھے، کلام زید ابن ثابت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر دنیا سے رحلت فرما گئے اس حالت میں کہ قرآن یکجا جمع نہ ہوا تھا۔ خطابی نے بھی یہی کہا ہے۔

ڈاکٹر داود عطار کا کہنا ہے کہ تدوین قرآن زمانہ رسول خدا میں ہوئی جس زمانہ میں وحی نازل ہوتی تھی اصحاب ان سامانوں سے جیسے عسب، لخاف، رقاع وغیرہ ان کے پاس ہوتے تھے اس پر لکھ لیتے تھے ان آیتوں کی نگرانی رسول کے گھر میں ہوتی تھی۔ [موجز علوم القرآن عطار، ص ۱۶۰]

آیات تحدی اس پر شاہد ہے کہ جداگانہ تنظیم سورہ وآیات ہوئی تھی کیونکہ اگر زمانہ رسول میں آیات اور سورے معین نہ ہوئے ہوتے تو ایک سورہ یا زیادہ کے ساتھ تحدی کا کوئی مفہوم نہ ہوتا۔

تیسرا مرحلہ: قرآن کا ایک مصحف میں جمع کرنا

رسمی طور پر یہ مرحلہ زمانہ ابو بکر میں زید ابن ثابت کی سرپرستی میں انجام پایا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو بکر نے یہ قرآن عمر کو دیا اور انہوں نے اسے اپنی بیٹی حفصہ کو دیا۔ عثمان نے توحید مصاحف کے وقت اس کو ایک مدت کیلئے امانت کے طور پر حفصہ سے لیا تھا اور بعد میں واپس کر دیا، لیکن قرآن کی آیتوں کی جمع آوری ابو بکر کے زمانہ میں صرف سوروں کے قالب میں ہوئی اور ہر سورہ ایک صحیفہ میں جداگانہ طور پر تنظیم ہوئی اور ابو بکر ایک مصحف میں قرآن جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

[تاریخ قرآن معرفت، ص ۸۹]

چوتھا مرحلہ: توحید مصاحف

اسلام کی دوسرے ملکوں میں وسعت اور عرب کا غیر عرب سے ارتباط فتوحات اسلامی کے زیر سایہ سبب بنا کہ قرآن کی قرائت میں اختلاف ظاہر ہو اس لئے عثمان نے زید ابن ثابت کی سرپرستی میں ایک گروہ کو مامور کیا کہ وہ مختلف قرآنوں کو جمع کریں اور ایک مصحف ایک قرائت کے ساتھ تیار کریں۔

مستشرقین اور جمع قرآن

بعض مستشرقین نے جمع قرآن کو زمانہ پیغمبر میں قبول نہیں کیا ہے جیسے آرتور جفری نے کہا عدم جمع آوری قرآن زمانہ رسول میں روایات کے مطابق ہے، عمر وابوبکر جنگ یمامہ کے پیش آنے اور کچھ حفاظ قرآن کے قتل ہونے کی وجہ سے یہ خوف رکھتے تھے کہ بہت سے قرآنی نصوص ختم ہوجائیں گے کیونکہ قرآن صرف ان افراد کے حافظہ میں تھا تو اگر قرآن جمع ہوچکا ہوتا تو انھیں اس کا ڈر نہ ہوتا۔

[پژوھشی در تاریخ قرآن کریم، ص۲۶۹]

حقیقت میں مستشرقین کا یہ گروہ ایک قسم کے مغالطہ میں ہے اور اس مغالطہ کے ذریعہ مسلمانوں کے عقیدہ میں تزلزل اور آسمانی وحی کے بارے میں شک میں ڈالنا چاہتا ہے کیونکہ زمانہ پیغمبر میں جمع قرآن کا نہ ہونا ایک مسئلہ تھا اور نہ لکھنا دوسرا مسئلہ تھا۔ یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ روایات عدم جمع آوری سے نتیجہ نکالیں کہ قرآن زمانہ رسول میں لکھا ہوا نہیں تھا انہوں نے ان روایتوں پر توجہ نہیں کی جن میں تدوین قرآن زمانہ رسول میں بیان ہوا ہے انہوں نے کاتبان وحی کو بھی معتبر کتابوں میں نہیں دیکھا۔

اس کے علاوہ جنگ یمامہ میں حافظین قرآن کے قتل سے استناد کرنا مخدوش ہے کیونکہ:

۱۔ تمام حفاظ قرآن جنگ یمامہ میں شریک نہیں تھے۔

۲۔ اس جنگ میں بہت سے قتل ہونے والے قاری تھے نہ کہ حافظ قرآن۔

۳۔ ثبت قرآن حافظوں میں منحصر نہیں تھا بلکہ مختلف صحیفوں میں موجود تھا۔

۴۔ ممکن ہے اس قسم کی روایتوں کو جو اہلسنت کے یہاں موجود ہیں اس لئے لکھا گیا ہو تاکہ اس مسئلہ کی نسبت خلفاء کی طرف دی جاسکے، یہ بھی ممکن ہے کہ مستشرقین نے قرآن کے بارے میں زیادہ اطلاعات اہلسنت کی کتابوں سے حاصل کی ہو اور شیعہ منابع کی جانب کم توجہ کی ہو یا وہ منابع ان کو حاصل ہی نہ ہوئے ہوں۔

پیغمبر اسلام کا امی ہونا

بعض قرآنی آیات اور احادیث میں پیغمبر کو امی کہا گیا ہے۔ آیات یہ ہیں:

- الذین یتبعون الرسول النبی الامی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل [سورہ اعراف/۱۵۷]

جو لوگ رسول امی کی پیروی کرتے ہیں وہ نبی جس کے صفات انکے پاس موجود توریت وانجیل میں مذکور ہیں

- هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم [سورہ جمعہ/۲]

وہ وہ خدا ہے جس نے امیوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تلاوت آیات کرتا ہے۔

- وما کنت تتلوا من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینك اذا لارتاب المبطلون [عنکبوت/۴۸]

اس سے پہلے آپ نے کبھی لکھا ہوا کچھ پڑھا نہیں اور اپنے ہاتھوں سے کچھ لکھا نہیں مبادا جو لوگ تمہاری باتوں کو باطل کرنے کی فراق میں ہیں شک و تردید کریں۔

پیغمبر کے امی ہونے کا موضوع اور اس کے معنی ان مباحث میں سے ہے جس کے بارے میں ہمیشہ محققین کے درمیان اختلاف نظر رہا ہے، بعض کہتے ہیں کہ امی کے معنی جاہل نہیں بلکہ بت پرست و مشرک کے ہیں اور سورہ جمعہ میں اسی معنی میں آیا ہے کیونکہ پیغمبر مشرکوں اور بت پرستوں پر مبعوث ہوئے تھے۔

بعض کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر نے کبھی کچھ نہیں لکھا اور نوشتہ کو نہیں پڑھا۔

نظر علامہ طباطبائی

علامہ طباطبائی کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر کا نہ لکھنا عقلی طور پر اسکا لازمہ یہ نہیں ہے کہ اس کی طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے تھے، یعنی خداوندعالم نے اس آیہ "ولا تخطه بيمينك" میں پیغمبر کے نہ لکھنے کو بیان کیا ہے نہ یہ کہ وہ اصلا اسکی صلاحیت ولیاقت نہیں رکھتے تھے۔[المیزان، ج۱۵، ص۱۳۹]

علامہ کے قول پر دلیلیں

یہ قول درست ہے اور اسکی دلیلیں موجود ہیں:

۱۔ غزوہ احد میں جب عباس کا خط ان تک پہونچا تو آنحضرت نے ابی ابن کعب کو بلایا تاکہ عباس کا خط انھیں پڑھ کر سنائے اور خط کے مضمون کو کسی سے بیان نہ کرے تو اگر پڑھ سکتے تو یہ خط ابی ابن کعب کو نہ دیتے۔

۲۔ تاریخ میں آیا ہے کہ پیغمبر لکھنے کیلئے لکھنے والوں کو ہر زمانہ میں ضروری جانتے تھے جنکی تعداد چالیس افراد تک پہونچتی ہے یہ خود دلیل ہے کہ پیغمبر نے کوئی خط یا قرارداد نہیں لکھی ہے۔

۳۔ یہ مطلب خود حقانیت اور اعجاز کی دلیل ہے کیونکہ ایک ایسا شخص جو مکتب نہ گیا ہو، درس نہ پڑھا ہو وہ کیونکر ایسے بلند معارف اور آسمانی حقائق سے آگاہ ہو سکتا ہے، صرف خدا کی عنایت سے ایسا اعجاز ممکن ہے۔

۴۔ آیہ شریفہ "وما كنت تتلوا من قبله من كتاب....." صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ پیغمبر نے نہ پہلے پڑھا اور نہ لکھا۔

یہ تمام دلیلیں اس امر کو بتاتی ہیں کہ آنحضرت نے نہ لکھا، نہ پڑھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ان کاموں کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

رحلت پیغمبر کے بعد قرآن کی تدوین و تحریر

پہلے قرآن جمع کرنے والے

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علوم و معارف، قرآن کے گوناگوں ابعاد میں بلند ترین مقام رکھتے تھے قرآن کے بارے میں ان کی واقفیت، اتقان واستحکام خصوصی تھا یہاں تک کہ کچھ روایتوں میں حضرت علی کو مسلسل قرآن کے ہمراہ بتایا گیا ہے پیغمبر نے ارشاد فرمایا: ان علیا مع القرآن والقرآن مع علی ولا یفترقا حتی یردا علی الحوض [امالی شیخ طوسی، ج ۲، ص ۱۲۰] بے شک علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔

حدیث ثقلین سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن و عترت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور عترت میں پہلے حضرت علی ہیں۔

سلمان فارسی کا بیان ہے: جب حضرت علی نے محسوس کر لیا کہ صحابہ ان کے وفادار نہیں ہیں تو گھر میں بیٹھ رہے اور قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوگئے کیونکہ اس سے قبل قرآن صحیفوں، لکڑیوں، کھالوں اور پتوں پر لکھا ہوا تھا۔ جب ابو بکر نے حضرت علی سے خواہش کی کہ وہ گھر سے باہر نکلیں اور بیعت کریں تو امام نے فرمایا کہ میں ایک اہم کام میں مشغول ہوں اور قسم کھائی ہے کہ دوش پر اس وقت تک عبا نہیں ڈالوں گا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں، امام اس کام کو ختم کرنے کے بعد قرآن کو مسجد میں لائے اور لوگوں سے فرمایا رحلت رسول خدا کے بعد قرآن کی جانب رخ کیا تا کہ اس کو جمع کروں اس کے بعد تم یہ نہ کہنا کہ ہم اس کام سے بے خبر تھے، ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ جو قرآن ہمارے پاس ہے تمہارے قرآن سے بے نیاز کرتا ہے، ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے، حضرت علی یہ سنکر قرآن کو گھر واپس لائے [بحار الانوار، احتجاج طبرسی، ص ۵۲]



محدث نوری نے اس بارے میں بہت سی حدیثیں نقل کرنے کے بعد کہا ہے، حضرت علی رحلت پیغمبر کے بعد گھر سے باہر نہیں آئے اور قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوگئے یہ کام مکمل کرنے کے بعد بزرگوں کو دکھایا اور کہا کہ یہ کتاب رب ہے جس میں نہ ایک حرف کی کمی ہے اور نہ زیادتی لیکن ان لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ اس کتاب کی ضرورت نہیں ہے اس وقت حضرت علی نے فرمایا: آج کے بعد سے تم لوگ ہرگز اس کو نہ دیکھ سکو گے [فصل الخطاب نوری، ص ۵۸]

ایک روایت میں امام صادق سے مروی ہے کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا: یا علی القرآن خلف فراشی فی الصحف والقراطیس فخذوہ واجمعوا ولا تضیعوہ کما ضیعت الیھود التوراۃ [بحار الانوار، تاریخ قرآن زنجانی] اے علی قرآن میرے بستر کے پاس صحیفوں، ریشمی کپڑوں اور کاغذوں پر لکھا ہوا ہے پس قرآن کو جمع کرو اور اسکو ضائع نہ کرنا جس طرح یہود نے توریت کو ضائع کر دیا۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت علی نے رحلت پیغمبر کے بعد چھ مہینہ میں قرآن جمع کیا۔ [بحار الانوار]

ابن ندیم کا بیان ہے کہ پہلا مصحف جو جمع ہوا ہے وہ مصحف علی ہے [الفہرست، ص ۴۷]

محدث قمی نے کہا ہے کہ حضرت علی سے منقول ہے انہوں نے رسول خدا کی وفات کے بعد فرمایا: اقسمت ان لا اضع ردائی علی ظھری حتی اجمع مابین اللوحین [بحار الانوار] میں نے قسم کھائی ہے کہ رداء دوش پر نہیں رکھوں گا یہاں تک کہ قرآن کو دو لوح کے درمیان جمع نہ کر دوں۔

علماء اہلسنت نے اس کی تصریح کی ہے:

سیوطی نے اتقان میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی ردا کو سوائے جمعہ کے دوش پر نہیں رکھوں گا یہاں تک کہ قرآن جمع کر لوں۔

محمد ابن سیرین عکرمہ نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر کی لوگوں کی بیعت کے بعد حضرت علی گھر میں بیٹھ گئے ابوبکر کو لوگوں نے خبر دی کہ وہ آپ کی بیعت کو ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے حضرت علی سے

درخواست کی کہ آپ نے میری بیعت سے سرتابی کی ہے؟فرمایا دیکھ لیا کہ کتاب خدا میں کچھ چیزوں کا اضافہ کیا جارہا ہے تو میں نے طے کرلیا کہ سوائے نماز کے ردادوش پر نہ ڈالوں گا یہاں تک کہ قرآن کو جمع کرلوں [اتقان، تاریخ القرآن]

مصحف حضرت علی کے خصوصیات

ترتیب نزول کی رعایت

قرآن مجید میں جو سوروں کی ترتیب ہے وہ ترتیب نزول کے برخلاف ہے علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں قرآن موجود کی آیتوں کے ان موارد کو ذکر کیا ہے جو ترتیب نزول کے برخلاف ہے جیسے یہ آیہ جس میں عدہ وفات کو ایک سال بیان کیا گیا ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیتہ لازواجھم متاعاالی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فی مافعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم [بقرہ/۲۴۰] اور تم میں سے جو لوگ موت سے قریب ہیں اور ان کی ازواج ہیں انھیں اپنی ازواج کے لئے وصیت کرنا چاہئے کہ انھیں ایک سال تک اخراجات زندگی دیا جائے اس شرط کے ساتھ کہ وہ شوہر کے گھر سے باہر نہ نکلیں اور اگر نکل جائیں تو کوئی گناہ تم پر نہیں ہے اس عمل کے حوالہ سے جو تم نے مناسب طور پر انجام دیا ہے اللہ توانا و حکیم ہے۔

عدہ وفات زمانہ جاہلیت میں ایک سال تھا، خدا نے اس حکم کو ابتدا میں جاری رکھا لیکن ایک مدت کے بعد یہ حکم دوسری آیت کے ذریعہ منسوخ ہوگیا۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر [بقرہ/۲۳۴]

اور تم میں سے جو موت سے ہم آغوش ہوجائیں اور ان کی ازواج زندہ ہوں انھیں چار مہینہ دس دن عدت رکھنا چاہئے اور جب مدت تمام ہوجائے تو انھیں اختیار ہے جو مناسب ہو ان کے لئے

انجام دیں اسپر تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوگا خدا جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس سے باخبر ہے} اس مقام پر منسوخ آیت ناسخ آیت سے چھ آیت بعد میں آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب نزول کے ساتھ نہیں ہے، بہر حال تاریخ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جانب تو یہ ہے کہ حضرت علی کا جمع کیا ہوا قرآن نزول کی ترتیب سے تھا اس کے علاوہ اس میں وہ خصوصیات تھیں جو دوسرے قرآن میں نہیں تھیں اس میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس قرآن میں مکی سورہ پہلے اور مدنی سورہ بعد میں، منسوخ پہلے اور ناسخ بعد میں اور تاریخ آیات و سورہ کا آنا معین تھی۔ [آلاء الرحمن، محمد جواد بلاغی، ج۱، ص۱۸۱]

یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ابن ندیم نے اس مصحف کو دیکھا ہے اور ترتیب نزول کے بارے میں اس مصحف کے مطالب کو بیان کیا ہے۔ [التمہید، ج۱، ص۲۸۹]

موجودہ وقت میں کتاب الفہرست میں ابن ندیم کے بیان کردہ مطالب مصحف علی کے بارے میں موجود نہیں ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کس نے ان مطالب کو ختم کیا۔

[تاریخ القرآن رامیاد، ص۳۶۸]

امام محمد باقر نے فرمایا ہے: ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کما انزل الا کذاب وما جمعه وحفظه کما انزل الا علی ابن ابی طالب۔

[البیان فی تفسیر القرآن، ص۲۴۲۔ بصائر الدرجات، ص۱۹۳]

جو جمع قرآن کا دعوی کرتا ہے وہ جھوٹا ہے قرآن کو نزول کے مطابق حضرت علی کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا تھا۔

ترتیب سورہ مکی کتاب التمہید کی بنیاد پر

ترتیب نزول	ترتیب مصحف	نام سورہ	ترتیب نزول	ترتیب مصحف	نام سورہ
۱	۹۶	علق	۲	۶۸	قلم

بعض محققین نے سوروں کے نزول کی ترتیب اس کے برخلاف بھی لکھی ہے اسے تاریخ قرآن اور علوم القرآن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے قرآن کو سات جزء میں تقسیم کیا تھا ۔البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف ، الانفال۔ ان میں سے ہر جزء میں مختلف سورے ہیں، قرآنی سوروں کے مجموعہ کو ان سات اجزاء میں تقسیم کیا تھا جس کو یعقوبی نے نقل کیا ہے۔

[تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۵۲]

پیغمبر کی قرائت کی مطابقت

مصحف علی کی قرائت پیغمبر کی قرائت کے مطابق تھی کوئی شخص حضرت علی سے زیادہ قرائت پیغمبر سے واقف نہ تھا، روایت میں حضرت علی کا ارشاد ہے: مانزلت آیۃ علی رسول اللہ الا اقرانیھا واملاھا علی فا کتبھا بخطی وعلمنی تاویلھا وتفسیرھا وناسخھا ومنسوخھا ومحکمھا ومتشابھھا [اصول کافی، ج۱، باب فضل القرآن۔ بحار الانوار، ج۸۹، ص، ۴۱، ۹۹۔ بصائر الدرجات، ص۱۹۸] کوئی آیت نبی پر نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ آنحضرت نے میرے سامنے قرائت کیا اور املاء فرمایا اور میں نے اس کو لکھ لیا اسکی تاویل، تفسیر، ناسخ، منسوخ، محکم اور متشابہ کی مجھے خبر دیا۔

ذکر اسباب ومکان نزول آیات

حضرت علی نے اپنے مصحف میں سبب وشان نزول آیات اور مختصر تفسیر کی جانب اشارہ حواشی میں کیا ہے [التمہید، ص۲۹۲]

رعایت جوانب کلی آیات

بعض آیات مخصوص افراد اور حوادث کے موارد میں نازل ہوئی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ تصور ہو کہ یہ آیات صرف انھیں افراد اور حوادث سے مخصوص ہو دوسروں پر شامل نہ ہو حضرت علی نے مصحف میں اس مسئلہ کی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ یہ زمان ومکان سے محدود نہ ہو۔

[بحار الانوار۔ آلاء الرحمن، منقول از التمہید]

سوال: مصحف علی علیہ السلام کیا ہوا؟

بعض فقہاء شیعہ نے تحریر کیا ہے کہ مصحف علی بطور امانت ان کے فرزند امام حسن و امام حسین علیہم السلام اور ان کے بعد دوسرے اماموں تک منتقل ہوتا رہا اور اس وقت امام زمانہ عج کے پاس ہے اور وہ بعد ظہور اس مصحف کو لوگوں کو دکھائیں گے [بحار الانوار، ج ۱۹]

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی نے کافی میں بیان کیا ہے کہ جب امام زمانہ ظہور کریں گے اس مصحف کو لوگوں کو دکھائیں گے جو حضرت علی نے تحریر کیا ہے [اصول کافی، ج ۴، ص ۴۴۴]

ابن ندیم کا بیان ہے کہ میں نے مصحف علی کو دیکھا جو ابتداء میں ابو یعلی حمزہ حسنی کے پاس بطور میراث تھا لیکن اس کے اوراق الگ الگ ہو گئے تھے [تاریخ قرآن، ص ۲۸۹]

طلحہ نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ اپنے بعد مصحف کس شخص کو دیں گے انہوں نے فرمایا کہ مصحف اس شخص کے حوالہ کروں گا جس کے لئے رسول اللہ نے حکم دیا ہے یعنی اپنے فرزند حسن اور ان کے بعد حسین اور دوسرے اماموں کو [بحار الانوار، ج ۹۲]

مورخین بھی اس مصحف کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ سنہ ۵۱۶ ھ میں مامون بطائحی نے حکم دیا کہ وہ مصحف جو خط حضرت علی میں مصر کی جامع عقیق میں تھا اس کو سنہری رنگ میں کرو۔

ابو عبد اللہ زنجانی کہتا ہے: ۱۳۵۳ ھ میں کتابخانہ علوی نجف میں ایک مصحف بخط کوفی میں نے دیکھا جس کے آخر میں لکھا ہوا تھا "کتبه علی بن ابی طالب فی سنة اربعین من الهجرة"

[زنجانی تاریخ القرآن، ص ۸۶]

تہران کے میوزیم ایران باستان میں مصحف کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے آخر میں لکھا ہوا ہے "کتبہ وذھبہ علی بن ابی طالب" اور آستانہ قدس رضوی مشہد میں بھی ایک مصحف موجود ہے خط

کوفی میں ہرن کی کھال پر لکھا ہوا اس نسخہ کو شاہ عباس صفوی نے کتب خانہ کو ہدیہ کیا ہے مرحوم شیخ بہائی نے اس کے صحیح ہونے کی تائید کیا ہے۔ [پژوھشی در تاریخ قرآن کریم، ص ۴۰۹]

صحیح یہ ہے کہ ان مختلف نسخوں کا مصحف علی ہونا بعید ہے کیونکہ:

۱۔ ممکن ہے حضرت علیؑ نے کوفہ میں مختلف مصاحف لکھنے کا حکم دیا ہو اور جنھوں نے اس نسخہ کو تیار کیا ہو آخر میں امام علی کا نام لکھدیا ہو، خود حضرت علیؑ کے مختلف نسخہ تیار کرنا بعید ہے۔

۲۔ ہوسکتا ہے کہ اس مصحف کا لکھنے والا بھی کوئی اور شخص بنام علی فرزند ابو طالب ہو اور لوگوں کو یہ خیال ہوگیا ہو کہ وہ وہی حضرت علی ہیں، یہ بھی ذہن میں آسکتا ہے کہ جس نسخہ میں سنہ ۴۰ھ کی تصریح ہے وہ قرینہ ہو کہ اسے حضرت علی نے لکھا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہوں نے اس تاریخ کے تذکرہ سے سیاسی فائدہ اٹھایا ہو اور اپنے خزانہ کو اس قرآن سے زینت دی ہو۔

۳۔ قرآن کا ذہبی [سنہرا] ہونا دلیل ہے کہ یہ تیسری اور چوتھی صدی سے متعلق ہے دور حضرت علی سے نہیں۔

۴۔ حضرت علی قرآن مسجد میں لائے جسے لوگوں نے قبول نہیں کیا تو فرمایا کہ اب کبھی نہیں دیکھوگے تو کیسے ابن ندیم اس کے دیکھنے اور کتب خانہ میں ہونے کے دعویدار ہوئے۔

زمانہ ابوبکر میں قرآن کی جمع آوری اور تحریر

ابوبکر کے زمانہ میں قرآن کی جمع آوری تاریخ قرآن کی اہم بحث ہے، قرآن کی جمع آوری کے سلسلے میں قرآن شناس چند گروہوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں:

۱۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن کی جمع آوری زمانہ حیات رسول اکرم میں ہوئی ہے۔

۲۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمع آوری قرآن رسمی صورت میں اور بین الدفتین مصحف کی شکل میں بعد رحلت رسول زمانہ ابوبکر یا زمانہ عثمان میں ہوئی ہے۔

[المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص ۶۵۶۔ البدایہ والنہایہ، ج۹، ص ۱۲۸]

دوسرے گروہ کا استدلال یہ ہے کہ سنہ ۹ھ میں مسیلمہ یمامہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ پیغمبر کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہوا لیکن کچھ زمانہ کے بعد مرتد ہوگیا اور خود نبوت کا دعوی کر بیٹھا آنحضرت نے اسے کذاب کہا، ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک فوج جس میں زیادہ تر حفاظ قرآن تھے مسیلمہ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا اس جنگ میں مسلمانوں کو کامیابی ملی لیکن قاریوں اور حافظوں کی ایک بڑی تعداد قتل ہوگئی۔ اس حادثہ کے بعد عمر نے جمع آوری قرآن کی تجویز ابوبکر کو دی ابوبکر نے اس کو قبول کیا اور زید ابن ثابت جمع آوری کیلئے مامور ہوئے ان کا خود بیان ہے: جنگ یمامہ کے بعد ابوبکر نے مجھے بلایا میں جب پہونچا تو عمر بھی وہاں موجود تھے ابوبکر نے مجھ سے کہا عمر کا کہنا ہے جنگ یمامہ میں کچھ حفاظ قرآن قتل ہوگئے ہیں دوسری جنگ کا بھی خوف ہے ہوسکتا ہے دوسرے قاری بھی قتل ہوجائیں اور قرآن کا اہم حصہ ختم ہوجائے اس میں مصلحت ہے کہ قرآن جمع ہوجائے میں نے

اس سے کہا کہ میں کیونکر اس کام کو انجام دوں جو کام رسول خدا نے نہیں کیا، عمر نے کہا کہ یہ کام اچھا ہے میں بھی عمر کا ہم نظر ہو گیا۔

ابوبکر نے مجھ سے کہا تم جوان، عقلمند اور مورد اعتماد ہو تو قرآن کو جمع کرنے کا اقدام کرو میں تتبع اور تفحص قرآن کرتا ہوں یہاں تک کہ میں نے اس کو خرما کی شاخ، پتھر اور لوگوں کے سینہ سے حاصل کیا اور سورہ توبہ کے آخری حصہ کو ابو خزیمہ انصاری سے حاصل کیا پھر قرآن کے نسخے تیار کئے یہ نسخے ابوبکر کے بعد عمر تک پہونچے اور عمر کے بعد ان کی لڑکی حفصہ کے پاس ہے[الاتقان فی علوم القرآن، ص۳۲۶۔ البیان فی تفسیر القرآن، ص۳۵۸]

زید نے جمع قرآن میں کن منابع سے استفادہ کیا

انہوں نے متعدّد منابع سے استفادہ کیا۔ ۱۔ چونکہ خود حافظ تھے تو اپنے حافظہ سے فائدہ اٹھایا۔ ۲۔ دوسروں کے پاس موجود قرآن کے بارے میں جب دو شاہد عادل ملتے تھے تو اس کو جمع کرتے تھے عمر نے اس کا اعلان عام کر دیا تھا کہ جس کے پاس دو گواہ عادل ہوں گے وہ قبول ہوگا ۔ ۳۔ ایک نسخہ قرآن کا پیغمبر کے گھر میں تھا کیونکہ کاتبان وحی لکھکر ایک نسخہ رسول کو دیتے تھے۔

زید کا انتخاب کیوں ہوا؟

اصحاب پیغمبر میں بہت سے کاتبان وحی تھے تو زید ابن ثابت کا انتخاب کیوں ہوا؟ اس سوال کے جواب میں کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ زید ابن ثابت مختلف جہتوں سے اس کام کیلئے اولویت رکھتے تھے زید خود کاتبان وحی میں سے تھے اور ان کے اندر دوسری خصوصیات بھی موجود تھیں:

۱۔ زید بزرگ فقیہ صاحب رائے و فکر تھے اور شہادت حضرت علی کے بعد پانچ سال تک قرائت و قضاوت شہر مدینہ کے عہدہ پر بھی فائز تھے۔

۲۔ زید امانتدار، پرہیز گار اور ابوبکر کی نظر میں صداقت میں مشہور تھے[التہذیب، ج۵]

۳۔ زید جوان تھے تو اس کام کی زیادہ طاقت رکھتے تھے اور دوسروں کے مقابلہ میں اس کا تعصب کم تھا اور دوسروں کی باتوں پر کان دھرتے تھے۔

۴۔ زید ابن ثابت مختلف زبانوں جیسے رومی، سریانی، حبشی اور عبری پر تسلط رکھتے تھے اور دوسرے افراد جیسے معاذ ابن جبل بھی تھے لیکن ابوبکر کی نظر میں زید بہترین فرد تھے کیونکہ زید سقیفہ میں ابوبکر کے ساتھ تھے۔

زید ابن ثابت نے ایک سال میں ابوبکر کے حکم سے قرآن کو جمع کیا انہوں نے اس کو کھالوں، کاغذ یا پوست سے منتقل کیا اور سوروں کی آیتوں کو صحیفوں میں جمع کیا لیکن تنظیم سورہ کا موقع نہ ملا۔

آیات قرآنی کے لکھنے کی کیفیت

محققین نے قرآن کے تحریر کرنے کو چند قسموں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ نزول آیات کی ترتیب کے ساتھ: کتابت کی یہ قسم زمانہ پیغمبر میں آنحضرت کے حکم سے انجام پائی کاتبان وحی ہر سورہ کی آیتوں کے نزول کی ترتیب کے ساتھ مکمل نگرانی کے ساتھ لکھتے تھے اور کسی طرح کا دوسروں کا اجتہاد اس میں شامل نہ ہوتا تھا اور صحابہ بسم اللہ کے نازل ہونے سے متوجہ ہوجاتے تھے کہ پہلا سورہ ختم ہوگیا اور جدید سورہ آگیا اس نکتہ کی جانب بعض روایات میں اشارہ موجود ہے:

قال الصادق کان یعرف انقضاء السورۃ بنزول بسم اللہ الرحمن الرحیم ابتداء لاخری [المیزان، ج۱۲، ص۱۲۷]

سورہ کے اختتام کو بسم اللہ کے ابتداء سورہ میں نزول سے پہچانا جاتا تھا۔

عن ابن عباس کان النبی یعرف فصل سورہ بنزول بسم اللہ الرحمن الرحیم یتعرف ان السورۃ قد ختمت وابتدائت سورۃ اخری [حوالہ سابق]

پیغمبر اکرم بسم اللہ کے نزول سے پہچانتے تھے کہ ایک سورہ ختم ہوا دوسرا سورہ شروع ہو گیا۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں قرآن ترتیب نزول کے اعتبار سے جمع ہوا تھا مکی آیات مکی اور مدنی آیات مدنی سوروں میں جمع تھیں۔

۲۔ حکم پیغمبر سے بغیر رعایت ترتیب نزول قرآن لکھنا: بعض اوقات پیغمبر پر کچھ آیتیں نازل ہوتی تھیں اور مصلحت اور حکمت کے مطابق آنحضرت کاتبان وحی کو حکم دیتے تھے کہ اس کو پہلے نازل شدہ سورہ میں لکھ دو [زرکشی، البرہان، ج۱۔ الاتقان، ص۱۹۳]

لیکن ایسا نادر ہوتا تھا اور اس کا لکھنا پیغمبر کے حکم پر موقوف ہوتا تھا۔ کچھ روایتوں میں اس قسم کی طرف اشارہ ملتا ہے جیسے: عن عثمان بن ابی العاص قال کنت جالسا عند رسول اللہ ثم صوبہ ثم قال اتانی جبریل فامرنی ان اضع ھذہ الآیۃ ھذا الموضع من ھذۃ السورۃ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی فجعلت فی سورۃ النحل بین آیات الاستشھاد وآیات العھد۔ [الاتقان، ج۱۹۰،۱۔ المیزان، ج۱۲، ص۱۲۷]

عثمان ابن ابی عاص کا بیان ہے کہ میں خدمت رسول اکرم میں تھا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ آیہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی کو فلاں سورہ میں فلاں مقام پر رکھ دیں پس میں نے اس کو سورہ نحل کی آیات استشہاد و عہد کے درمیان قرار دیا۔

کان رسول اللہ یاتی علیہ زمان وھو ینزل علیہ السورۃ ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشی دعا بعض من یکتب فیقول ضعوا ھذہ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا [تاریخ یعقوبی، ص۳۶۔ الاتقان، ص۱۹۰]

کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ نبی پر کوئی سوہ نازل ہوتا پھر کوئی آیت نازل ہوتی تو آنحضرت کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے اس آیہ کو اس سورہ میں جس کے خصوصیات یہ ہیں لکھدو۔

دوسری آیت جو حکم پیغمبر سے مخصوص سورہ میں قرار دی گئی "واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ" جبرئیل نے پیغمبر سے کہا کہ اسے سورہ بقرہ میں قرار دیں جبکہ مشہور کی نظر میں یہ آخری آیت ہے جو پیغمبر پر نازل ہوئی۔ [مجمع البیان، ج۲، ص۳۹۴]

۳۔ اجتہاد صحابہ کی بنا پر بغیر ترتیب نزول قرآن لکھنا: اگر قرآن مجید کی بعض سورتوں کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آیات کی تنظیم طبیعی نہیں ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے کہ تنظیم آیات رسول خدا کی طرف منسوب کریں جیسے وہ سورہ جن کو محققین نے اس قبیل سے جانا ہے سورہ ممتحنہ کی آیات کہ اس کی پہلی آیت سال ہشتم، دسویں و گیارہویں آیات سنہ ۶ھ میں اور بارہویں آیت جس کا تعلق عورتوں کی بیعت سے ہے یہ سب سنہ ۹ھ سے مربوط ہیں۔ [مجمع البیان، ج۲، ص۳۱۴]

اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ موارد صحابہ کے اجتہاد سے پیدا ہوئے ہیں۔

قرآن کا مصحف نام رکھنا

بعض تاریخی منابع میں وارد ہوا ہے کہ زمانہ پیغمبر میں قرآن کا نام رائج اور معین نہ تھا لیکن یہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس آسمانی کتاب کو کس نام سے یاد کیا جاتا تھا، قرآن کی نام گزاری ابوبکر کے زمانہ میں مصحف کے نام سے منتخب ہوئی ہے۔

ابن اشتہ نے اس سلسلے میں بیان کیا ہے: جب قرآن کی جمع آوری ہوئی تو اس کی نامگزاری کے سلسلہ میں بحث ہوئی کچھ لوگوں نے انجیل اور کچھ نے سفر نام پیش کیا مگر اس پر اتفاق نہ ہوسکا۔ ابن مسعود اس زمانہ میں موجود تھے انہوں نے کہا "میں جس زمانہ میں حبشہ گیا تھا تو وہاں میں نے ایک کتاب دیکھی جس کو مصحف کہتے تھے اس طرح قرآن کیلئے مصحف کا نام منتخب ہوا۔

[زرکشی البرہان، ص۲۸۱۔ الاتقان، ص۵۸]

دوسری روایت اسی مضمون کی سالم کے مورد میں منقول ہے، اس بنا پر مصحف نام رحلت پیغمبر کے بعد ہوا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ لفظ قرآن وکتاب کا اطلاق زمانہ رسول خدا میں مشہور تھا یہاں تک کہ بعض آیتوں میں بھی اس نام کی تصریح موجود ہے:

- بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ [بروج/۲۱]

بلکہ یہ قرآن مجید لوح محفوظ میں ہے۔

- انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون [واقعہ/۷۷]

یہ قرآن کریم ہے جو محفوظ کتاب میں ہے۔

- آلر تلك آیات الکتاب وقرآن مبین [حجر/۱]

یہ آیات قرآن مبین کی ہیں۔

- فاذا قرائت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم ۔[نحل/۹۸]

جب قرآن پڑھو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی]پناہ طلب کرو۔

روایات میں بھی یہ نام ملتے ہیں تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ زمانہ رسالتمآب میں اس کتاب کا مشہور و معروف نام نہ تھا۔

مصحف ابوبکر کا انجام

قرآن رسمی طور پر زمانہ ابوبکر میں جمع ہوا لیکن ایک جلد کے قالب میں نہیں تھا بلکہ سورے مختلف صحیفوں میں منظم ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ صحیفے ابوبکر کے پاس باقی رہے ان کے بعد عمر تک پہونچے اور عمر نے اپنے بعد اپنی بیٹی حفصہ کو دیا۔ [مناہل العرفان، ج۱، ص۱۸۱]

جب حفصہ دنیا سے چلی گئی تو مروان بن حکم نے اس صحیفہ کو لیکر جلادیا اور کہا کہ جو اس صحیفہ میں ہے وہ صحیفہ عثمان میں موجود ہے اور مصحف میں تردید نہ ہو اس خیال سے میں اس کو جلادیتا ہوں۔

زہری کا بیان ہے کہ حفصہ کے دنیا سے جانے کے بعد عثمان نے عبداللہ ابن عمر سے اس صحیفہ کے لانے کی خواہش کی جب عبداللہ لائے تو عثمان نے اس کو جلا دیا یا پانی سے مٹا دیا [حوالہ سابق]

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ عثمان نے اپنے مصحف کے نسخے مختلف جگہ بھیجے اور دوسرے مصحف کو جلا دیا صرف حفصہ والے مصحف کو ان کے پاس لوٹا دیا۔ [صحیح بخاری، ج۶، ص۲۲۶]

زمانہ ابوبکر میں کتابت و جمع آوری قرآن اور مشہور مصاحف

رحلت پیغمبر اسلام سے لیکر اوائل خلافت عثمان تک مختلف مصاحف صحابہ کے ہاتھوں میں تھے ہر ایک نے اپنے لئے مصحف ترتیب دیا تھا اور ہر ایک کے مصاحف مختلف نقاط عالم میں رائج تھے اور مسلمان اس سے استفادہ کرتے تھے جیسے مصحف ابی ابن کعب دمشق میں۔ مصحف ابن مسعود کوفہ میں۔ مصحف ابو موسی اشعری بصرہ میں رائج تھا ان مصاحف میں کچھ موارد میں اختلاف بھی تھا لیکن کلی طور پر سب مشترک تھے اور ان تمام مصاحف میں سوروں کی تنظیم اس طرح تھی

سبع طوال

قرآن کے طولانی سورہ سات تھے: بقرہ، آل عمران، نساء، اعراف، انعام، مائدہ، یونس۔

مئین

وہ سورہ جن کی آیات سو سے زائد ہیں یہ بارہ سورے ہیں: برائت، نحل، ہود، یوسف، اسراء، کہف، طہ، انبیاء، مومنون، شعراء، صافات۔

مثانی

وہ سورے جن کی آیتوں کی تعداد سو تک نہیں پہونچتی ہے جیسے احزاب، حج، قصص، نمل، نور، انفال، مریم، عنکبوت، روم، یس، فرقان، حج، رعد، سباء، فاطر، ابراہیم، ص، محمد، لقمان، زمر۔

حوامیم

وہ سورے جو حم سے شروع ہوتے ہیں جیسے مومن، زخرف، فصلت، شوری، احقاف، جاثیہ، دخان۔

ممتحنات

اس سے مراد سجدہ، فتح، حجرات، مجادلہ، حشر، ممتحنہ، صف، جمعہ، منافقون، تغابن، طلاق، تحریم، ملک، قلم، نوح، جن۔

المفصلات

قرآن مجید کے آخری چھوٹے سوروں کو کہا جاتا ہے جن کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم فاصلہ ہے۔ جیسے الرحمن، نجم، طور، ذاریات، قمر، حاقہ، واقعہ، نازعات، معارج، مدثر، مزمل، مطففین، عبس، انسان، مرسلات، قیامہ، نبا، انفطار، غاشیہ، اعلی، لیل، فجر، بروج، انشقاق، علق، زلزال، بلد، ضحی، عصر، کوثر، عادیات، ماعون، قارعہ، تکویر، بینہ، شمس، تین، ھمزہ، فیل، کافرون، قریش، مسد، توحید، انشراح، تکاثر، قدر۔

ان مشترکات کے باوجود مصاحف میں بعض جزئی موارد میں تقدیم و تاخر کے لحاظ سے بعض سوروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

زمانہ ابوبکر میں معروف ترین مصاحف

مصحف عبداللہ ابن مسعود اور اسکی خصوصیات

جناب عبداللہ ابن مسعود ان بزرگ اصحاب میں سے ہیں جو سفر و حضر میں آنحضرت کی خدمت میں رہے ان کا شمار حافظین قرآن میں ہوتا ہے آنحضرت کی رحلت کے بعد کوفہ کے بیت المال کے متولی تھے سنہ ۳۲ھ میں وفات ہوئی قبرستان بقیع میں دفن ہیں۔ان کے مصحف کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

۱۔اس مصحف میں سوروں کی ترتیب اس طرح ہے کہ ابتداء میں سورہ طوال پھر مئین ومثانی اس کے بعد حوامیم، ممتحنات اور مفصلات ہیں۔

۲۔مصحف عبداللہ ابن مسعود میں سورہ حمد وفاتحہ نہیں ہے ان کا عقیدہ تھا کہ چونکہ مسلمان اس کو نماز میں پڑھتے ہیں اس لئے فراموش نہ کریں گے۔

۳۔اس مصحف میں دو سورہ معوذتین نہیں ہیں ان کا عقیدہ تھا کہ یہ سورہ تعویذ اور رفع سحر کیلئے ہیں اس لئے قرآن کا جزء نہیں ہیں۔

علامہ باقلانی کا بیان ہے کہ عبداللہ ابن مسعود معوذتین کے سورے ہونے کے منکر نہ تھے لیکن قرآن میں نہ لکھنا چاہئے کیونکہ پیغمبر کا حکم نہیں تھا۔ [اعجاز القرآن، ص۲۱۷]

۴۔اس مصحف میں سورہ برائت بسم اللہ کے ساتھ ہے۔

۵۔کبھی ان مرادف الفاظ سے استفادہ کیا ہے جو معنی کے متغیّر ہونے کا سبب نہ ہو جیسے "کالعھن المنفوش" کے بجائے "کالصوف المنفوش" پڑھنا ہے۔

۶۔اس قرآن میں لہجہ کا اختلاف موجود ہے۔

۷۔اس مصحف میں زواید تفسیری زیادہ ہیں۔ (حوالہ کے لئے التمہید اور الاتقان دیکھا جائے)۔

مصحف ابی ابن کعب

یہ بھی صحابی میں سے ہیں قبل اسلام یہ علماء یہود سے تھے لیکن اسلام لانے کے بعد کاتبان وحی میں رہے، مختلف غزوات جیسے احد واحزاب میں رسول کے ہمراہ رہے۔اس مصحف کی خصوصیات یہ ہیں:

۱۔سوروں کی ترتیب مثل مصحف عبداللہ ابن مسعود ہے، سورہ انفال کو سورہ یونس کے بعد، سورہ مریم، شعراء، حج کو سورہ یوسف سے پہلے لکھا ہے۔

۲۔اس مصحف میں ۱۱۵ سورہ ہیں دو سورہ الخلع اور الحفد کا اضافہ ہے۔

۳۔یہ مصحف سورہ حمد سے شروع اور معوذتین پر ختم ہوتا ہے۔

۴۔اس مصحف میں سورہ فیل اور قریش کے درمیان بسم اللہ نہیں ہے ان دونوں سوروں کو ایک سمجھتے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ یہ دونوں سورہ فیل وقریش اور ضحی اور انشراح ایک ہیں اور نماز میں انھیں ساتھ ساتھ پڑھنا چاہئے، امام باقر یا امام صادق نے فرمایا ہے: یہ دونوں سورے ایک ہیں۔

[وسائل الشیعہ، ج۴]

اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نماز میں قرائت کے لحاظ سے دونوں ایک سورہ کے حکم میں ہیں۔ [مسالک الافہام، ج۱، ص۲۱۱]

۵۔مصحف ابی ابن کعب میں قرائت خلاف مشہور ہے بعض کلمات کو بہ عنوان تفسیر یا توضیح آیت میں لکھا ہے یہ کام کلمات قرآن کے درمیان ایک رسم کے طور پر تھا یہ تفسیر مزجی کے نام سے مشہور تھا۔

محقق معاصر حضرت آیۃ اللہ معرفت نے مصحف عبداللہ اور مصحف ابی ابن کعب اور موجودہ قرآن کے درمیان اختلاف اور سوروں کی ترتیب کا نقشہ تیار کیا ہے اسے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

مصحف فاطمہ

روایت میں بیان ہوا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا کا ایک مصحف تھا جو حجم کے لحاظ سے قرآن سے تین گنا تھا۔ [بصائرالدرجات، ج۳، ص۱۵۲]

یہ مصحف اس وقت امام زمانہ کے پاس ہے اس مصحف کے بارے میں بہت سے مطالب بیان کئے گئے ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

علامہ سید شرف الدین عاملی کہتے ہیں کہ مصحف فاطمہ حکمت، موعظہ، عبرت آموز باتوں پر مشتمل ہے حضرت علی نے اسے تالیف کیا ہے اور جناب فاطمہ کو دیا اس کے مطالب قرآن کے مشابہ نہیں ہیں۔ [المراجعات]

علامہ بلاغی کہتے ہیں کہ مصحف فاطمہ میں اسرار علم کی بات ہے جیسا کہ امام صادق نے فرمایا ہے کہ اس میں قرآن کا ایک حرف اور حلال و حرام الٰہی نہیں ہے بلکہ اس میں آئندہ کے حوادث کی پیش بینی ہے [مقدمہ تفسیر آلاء الرحمن]

اس بنا پر یہ امر مسلم ہے کہ جناب فاطمہ کا ایک مصحف ہے بہت سی روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں مرحوم کلینی نے کافی میں بعض روایات کی طرف اشارہ کیا ہے [اصول کافی، ج۱]

مصحف ابوموسی اشعری

ابو موسی اشعری اوائل ظہور اسلام میں مکہ آئے اور اسلام قبول کیا انہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی وہاں سے مدینہ گئے، یہ وہی ہیں جو حضرت علی کے علی الرغم بہ عنوان حکم معین ہوئے

اور عمروعاص کے ساتھ حکومت علی کے مورد میں فیصلے کیلئے بیٹھے لیکن عمروعاص کے فریب میں آگئے اور انہوں نے حضرت علی کو خلافت ظاہری سے معزول کیا۔

وہ عمر کے زمانہ میں بصرہ کے گورنر تھے اور خلافت عثمان کے چند سال بعد تک اس پر باقی رہے، بیان کیا گیا ہے کہ ابو موسی اشعری زمانہ پیغمبر میں جمع آوری قرآن میں مشغول تھے، اور ایک مصحف تیار کیا جو بعد میں بصرہ میں رائج کیا، بہت زیادہ خبر اس مصحف کے بارے میں نہیں ہے لیکن کہا گیا ہے کہ ان کا مصحف ابی ابن کعب کے مصحف کی طرح ہے اسمیں سورہ خلع اور حفد ہے۔

[الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۲۲۷]

مصحف سالم مولی ابو حذیفہ

یہ بزرگ صحابی تھے اسلام قبول کرنے میں دوسروں پر مقدم تھے وہ ان چار اشخاص میں سے ایک ہیں جنھیں رسول اللہ نے قرآن یاد کرنے کا حکم دیا تھا، سالم اہل صفہ میں سے تھے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، اس قرآن کے بارے میں کسی قسم کی واقفیت نہیں ملتی ہے تاریخ میں اجمالی طور پر ان کے مصحف کو ذکر کیا گیا ہے۔ [التمہید، ص۳۰۷]

عثمان کے زمانہ میں قرآن جمع آوری اور توحید مصاحف

پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد قرآن کے کلمات کو ان کے مرادف الفاظ سے تبدیل کیا گیا خاص طور پر عبد اللہ ابن مسعود اور ابی ابن کعب کی جانب سے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے درمیان قرائت میں اختلاف وسیع ہو گیا اصحاب کے درمیان ہر قاری دوسرے قاری سے مجادلہ کرتا تھا اور کبھی ایک دوسرے کو کافر کہتے تھے۔

دوسری جانب اگر چہ ابو بکر نے رسمی طور پر قرآن کی جمع آوری کی تھی لیکن اس کام سے مصاحف صحابہ کی پیش رفت نہ رکی اور جن لوگوں کے مصاحف ممتاز ہوتے تو اس کی طرف لوگوں کی

توجہ جلدی ہوتی، چونکہ اسلام پھیل چکا تھا دوسرے منطقہ کے لوگ اسلام کی طرف آرہے تھے تو ان کے لئے مصاحف کے نسخہ جات تیار کئے جاتے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے۔

عثمان کے زمانہ میں قرآن کی قرائت میں بہت زیادہ اختلاف ہو گیا تھا، مدینہ میں معلمین قرآن اپنے شاگردوں کو مختلف قرائتوں کی تعلیم دیتے تھے اس سے اختلاف بھی ہوا اور استاد شاگرد کے درمیان بھی اختلاف ہوا۔ اس درمیان حذیفہ نے مشاہدہ کیا کہ فوج اسلام کا اختلاف جنگ ارمینیہ میں اور نماز کے وقت میں قرآن کی قرائت میں ہے اور انہوں نے دیکھا کہ ہر شخص قرآن کو ایک قرائت کے ساتھ پڑھتا ہے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان حالات میں سوائے اختلاف قرائت کے کچھ باقی نہ رہے گا ،وہ سعید ابن عاص کے پاس آئے اور کہا کہ اس سفر میں میں نے ایک چیز دیکھی جو اصل قرآن میں اختلاف کا سبب ہو سکتی ہے سعید نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ قرآن کی قرائت میں مشغول ہیں اور ہر شخص اپنی قرائت کو دوسروں سے بہتر سمجھ رہا ہے اہل بصرہ جو ابو موسی اشعری کی قرائت پر ہیں وہ اپنی قرائت کو اہل کوفہ کی قرائت سے بہتر سمجھ رہے ہیں۔ حذیفہ اور سعید ابن عاص نے اس مشکل کو لوگوں کے درمیان رکھنے کے ساتھ کوفہ گئے اور کچھ اصحاب و تابعین ان کے ہم فکر ہوئے لیکن ابن مسعود اور ان کے طرفدار بہت ناراض ہوئے اور حذیفہ وابن مسعود کے درمیان نامناسب باتیں ہوئیں حذیفہ نے عثمان کے پاس آکر فریاد کی کہ امت اسلام مثل یہود و عیسائی اپنی کتاب میں اختلاف کریں گے اس کا سبب عثمان نے حذیفہ سے پوچھا انہوں نے کہا کہ جنگ ارمنستان میں میں نے شرکت کی وہاں شام کے لوگ قرآن میں ابی ابن کعب کی قرائت اور عراق کے لوگ ابن مسعود کی قرائت کی پیروی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔

[الکامل فی التاریخ ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۱۱۔ صحیح بخاری، ص ۲۲۵]

عثمان نے بھی ان اختلاف کو دیکھا تھا اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اس سلسلہ میں بنیادی اقدام کریں۔

[زرکشی البرہان۔ الاتقان۔ علوم القرآن]

توحید مصاحف کے سلسلہ میں عثمان کے سامنے عوامل

عثمان کے اندر بہت سے جذبے اور حوصلے توحید مصاحف کے سلسلہ میں تھے ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

۱۔ قرائتوں میں اختلاف کی شدت

عثمان کے زمانہ میں قرائت قران میں اختلاف اپنے عروج پر تھا یہ اختلاف شہر مدینہ پر چھا گیا تھا، انس ابن مالک بیان کرتا ہے کہ عثمان کے زمانہ میں ہر معلم قرآن ایک مخصوص قرائت رکھتا تھا اور اپنے شاگردوں کو اس کے مطابق تعلیم دیتا تھا اور ہر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتا تھا۔

[الاتقان فی علوم القرآن، ص ۵۹]

صحابہ اور قاریان قرآن کے درمیان کے اس اختلاف نے شدت اختیار کر لیا جو نزاع کی حد تک پہونچ گیا تھا اگرچہ اس طرح کا اختلاف ابوبکر و عمر کے زمانہ میں بھی تھا لیکن عثمان کے زمانہ میں عروج پر تھا عثمان نے خود مسجد میں آکر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: انتم عندی تختلفون و تلحنون فمن نائی عنی من اهل الامصار اشد فیه اختلافا و اشد لحنا۔

[جامع البیان، ج ۱، ص ۲۱۔ الاتقان، ص ۱۰۲]

تم لوگ میرے سامنے قرآن کے سلسلہ میں اختلاف و اشتباہ کر رہے تو جو ہم سے دور شہروں میں بسے ہیں انکے درمیان تو اور زیادہ اختلاف ہوگا۔

۲۔ حذیفہ کی رپورٹ

حذیفہ نے جنگ ارمینیا وارمنستان کی حالت بیان کی تھی یہ سنہ ۲۴ھ میں واقع ہوئی حقیقت میں اس مشکل کو دور کرنے کے لئے عثمان نے کوشش کی اور توحید مصاحف کی انجمن قائم ہوئی۔

انجمن توحید مصاحف

عثمان کے زمانہ میں بھی بہت سے قاری وحافظ قرآن تھے لیکن انہوں نے توحید مصاحف کے لئے ابتداء میں چار افراد کو منتخب کیا:

۱۔ زید ابن ثابت: زید انصار میں سے قبیلہ خزرج سے تھے انھیں عثمان سے زیادہ تعلق تھا انہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین کے فائدہ کیلئے رائے دی تھی وہ زمانہ عمر میں مسند قضاوت وفتوی پر فائز تھے اور جس زمانہ میں عمر کسی کام سے شہر سے نکلتے تھے انھیں اپنی جگہ پر رکھتے تھے، عثمان کے دور میں بیت المال کے ذمہ دار تھے آخر عمر تک ان کے وفادار رہے اس انجمن کے زید سرپرست تھے۔

۲۔ عبداللہ ابن زبیر:

۳۔ سعید ابن عاص: وہ ہجرت کے زمانہ میں مکہ میں پیدا ہوئے ان کے باپ جنگ بدر میں حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے، بچپن سے عثمان کی کفالت میں تھے عثمان انھیں مثل فرزند دوست رکھتے تھے سنہ ۳۰ھ میں شہر کوفہ کی ولایت انکے سپرد کی گئی لیکن جب سعید نے دوسرے قاریوں سے اختلاف کیا تو عثمان نے ان کو علاحدہ کر دیا۔

۴۔ عبدالرحمن ابن حارث ابن ہشام [التمہید، ص ۳۳۹]

انجمن کے کام کی کیفیت

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجمن نے اپنے کام کا آغاز سنہ ۲۵ھ میں کیا اور اس حساس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے مندرجہ ذیل کام کئے:

۱۔ اسلامی ممالک کے اطراف سے قرآنی نسخوں کی جمع آوری۔

۲۔ مصاحف صحابہ کی تحقیق خاص طور پر مصحف ابی ابن کعب کی تحقیق جس پر بھروسہ کرنے لوگوں نے جدید نسخے تیار کئے دوسرے مصاحف صحابہ کی بھی تحقیق کی گئی کبھی کبھی اس کام کے لئے طولانی مسافت بھی طے کی گئیں تاکہ کسی شخص کی پیش کردہ آیت کو حاصل کیا جاسکے اور اس شخص سے پوچھا جاسکے اور اگر آیہ میں اختلاف ہوتا تو اس کے لکھنے میں تاخیر کی جاتی یہاں تک کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو پیغمبر سے قریب رہا ہو اور اس کے قول کی بنا پر آیت کو لکھا جائے۔

۳۔ کچھ اصحاب نے عثمان کے قرآن کے جلانے پر ان کی سرزنش کی لیکن اس کے اصل کام کی تائید کی۔

یعقوبی کا بیان ہے "اطراف کے تمام مصاحف کو جمع کر کے پانی اور سرکہ میں ڈال کر جوش دیا گیا صرف مصحف عبداللہ ابن مسعود باقی رہا کیونکہ انہوں نے اپنا مصحف عثمان کے حوالہ نہیں کیا تھا ،عثمان نے ان کو طلب کیا تھا اور انھیں زمین پر کھینچنے کا حکم دیا تھا یہاں تک کہ ان کا پہلو شکستہ ہو گیا تھا۔

[تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۵۹]

۴۔ قرآن کی کتابت ایک قرائت کے مطابق۔

۵۔ مختلف نسخوں کو تیار کرنا۔

۶۔ لکھے ہوئے نسخہ کا دوسرے سے تقابل کرنا۔

۷۔ مختلف شہروں اور منطقوں میں نسخوں کو بھیجنا۔

۸۔ قاری کا اعزام کرنا ہر مصحف کے ساتھ۔

عثمان ہر مصحف کے ساتھ ایک قاری کا اعزام کرتے تھے تاکہ لوگوں کو قرائت سکھائے ،تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ عثمان نے سائب ابن عبداللہ کو مصحف مکہ کے ساتھ، مغیرہ بن شہاب کو شام کے مصحف کے ساتھ، ابو عبدالرحم سلمی کو مصحف کوفہ کے ساتھ، عامر بن عبدالقیس کو مصحف بصرہ کے ساتھ اعزام کیا اور خود زید ابن ثابت بھی مدینہ میں مصحف امام کے پاس ٹھہرے رہے۔

[مناہل العرفان، ج۱، ص۳۹۶]

۹۔ تمام مسلمانوں پر تیار شدہ قرآن کی پابندی لازم کی گئی اور دوسرے مصاحف سے تمسک کو منع کیا گیا۔

جمع قرآن کے سلسلہ میں زید ابن ثابت کے منابع

زید ابن ثابت نے بہت سے منابع سے استفادہ کیا، جیسے:

۱۔ زمانہ ابوبکر کے مصاحف جو ان کے ذریعہ مہیا ہوئے تھے۔

۲۔ مصحف ابی ابن کعب سے جو زید کے لئے اہم منبع تھا۔

۳۔ حافظہ اور قرآنی تحریروں سے۔

اس گروہ نے صرف انھیں مذکورہ منابع پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دستور عثمان کی بنا پر ہر شخص قرآن کی کوئی چیز جو اس کے پاس ہوتی یا تحریر ہوتی لاتا تھا تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے [التمہید]

لیکن یہ گروہ اس صورت میں اس تحریر کو قبول کرتا جس پر گواہ موجود ہوتے، طبری نے لکھا ہے کہ اعرابی نے ایک آیت کو لاکر کہا میں قرآن کا وہ سورہ رکھتا ہوں جو میں نے پیغمبر سے سنا ہے، عثمان نے اس کو لانے کے لئے کہا وہ اعرابی لایا جس کا آغاز اس طرح ہوتا تھا: اللّٰھم انا نستعینک ونستغفرک۔ اللّٰھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد۔ عثمان نے پوچھا کہ اس کی کوئی دلیل تمہارے پاس ہے کہ یہ قرآن ہے اس نے کہا کہ نہیں، عثمان نے اس کے دعوے کو قبول نہیں کیا اور اسکو جلانے کا حکم دیا۔

۴۔ روایات پر حضرت علی کی نگرانی: زید ابن ثابت نے جمع قرآن کا کام حضرت علی کی نگرانی میں انجام دیا۔ سید ابن طاووس کا بیان ہے کہ عثمان نے قرآن حضرت علی کی رائے سے جمع کیا۔

[تفسیر طبری، ج۱، ص۸]

ابن ابی داود سوید ابن غفلہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: قال علی لاتقولوا فی عثمان الا خیرا فواللہ ما فعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملا منا قال ما تقولون فی

هذه القرائة فقد بلغني ان بعضهم يقول ان قرائتي خير من قرائتك وهذا يكاد كفرا قلنا فما ترى قال اري ان يجمع الناس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف ولنا فنعم ما رائيت۔ [مباحث فی علوم القرآن، ص ۱۳۰]

حضرت علی نے فرمایا عثمان کے سلسلے میں خیر کے علاوہ کچھ نہ کہو بخدا انہوں نے قرآن کے سلسلہ میں جو کیا ہمارے مشورہ سے انجام دیا انہوں نے پوچھا اس قرائت کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ مجھے خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں ہماری قرائت بہتر ہے یہ کفر سے قریب ہے۔ ہم نے کہا آپ کا نظریہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں لوگوں کو ایک قرائت پر جمع کر دوں تاکہ اختلاف نہ ہو ہم نے کہا اچھا خیال ہے۔

اس روایت سے استفادہ ہوتا ہے کہ زید ابن ثابت اور انجمن توحید مصاحف کے ممبران اپنا کام حضرت علی کی نگرانی میں انجام دے رہے تھے لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ عثمان کے کام سے قرائت قرآن کا اختلاف ختم نہیں ہوا کیونکہ مصاحف عثمانی نقطہ اور حرکات سے خالی تھے اور اس میں غلطیاں بھی تھیں، جب مصحف تیار کر کے عثمان کو دیا تو دیکھ کر کہا کہ اس میں اشتباہات موجود ہیں لیکن عرب کے لوگ اس کو صحیح پڑھتے ہیں بلکہ خود یہ اختلاف کا باعث ہوا۔

مصاحف عثمانی کے خصوصیات

مصاحف عثمانی کے خصوصیات یہ ہیں

۱۔ سوروں کی ترتیب

اس مصحف میں سوروں کی ترتیب موجودہ قرآن کی ترتیب کے مثل تھی سورہ طوال سے شروع ہوکر مفصلات پر ختم ہوتا ہے۔ اگرچہ کچھ مقامات پر جزئی اختلاف تھا مثلاً سورہ انفال و توبہ قرآن عثمانی میں ایک سورہ شمار کیا جاتا تھا۔

۲۔ نقطہ اور حرکات کا نہ ہونا

مصاحف عثمانی نقطہ اور حرکات [اعراب سے] خالی ہیں جس طرح سے کہ اس کے پہلے والے مصاحف بھی اس خصوصیت کے حامل تھے، جو بعد میں قرائتوں میں اختلاف کا سبب بنے کیونکہ باء، تاء، ثاء کا الگ کرنا، اسی طرح جیم، حاء، خاء کو الگ کرنا آسان نہ تھا اس کے علاوہ خالی ہونے سے دوسری مشکلیں بھی پیدا ہوتی تھیں اور قرآن کی قرائت اس زمانہ میں صرف سننے کے ذریعہ سے ہوئی تھی اور شاید قرائت بغیر سنے ہوئے محال امر معلوم ہوتی تھی۔

قوم عرب کی بنیادی مشکل یہ تھی کہ وہ خط سے مکمل آشنائی نہیں رکھتے تھے اکثر جنگ و نزاع کرتے تھے صرف ان میں سے بعض جو شام و عراق سے رابطہ رکھتے تھے ان میں بھی مختصر لوگ کتابت، خط نبطی و سریانی سے آشنا تھے۔ حجاج ابن یوسف ثقفی کے زمانہ میں جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، یحیی بن یعمر، نصر بن عاصم، ابولاسود دئلی کے شاگرد نے قرآن میں نقطہ گزاری کی اور حروف معجمہ کو مہملہ سے الگ کیا ابوالاسود دئلی نے بھی قرآن میں بھی اعراب گزاری کی کیونکہ اس سے پہلے مشاہدہ کیا تھا کہ ایک شخص قرآن کو غلط پڑھ رہا ہے اس لئے وہ کوفہ کے گورنر زیاد ابن

ابیہ کے پاس آیا اور اس سے ایک ماہر کاتب کی خواہش کی اور اس کی مدد سے اعراب لگایا اس کا طریقہ یہ تھا کہ لبوں کی حرکت نیچے اور اوپر تلفظ کے وقت کسرہ اور فتحہ [زیر و زبر] کے مخصوص نقطہ حروف پر رکھا تاکہ دونوں حرکتوں پر دلالت کرے آخر میں خلیل ابن احمد فراہیدی نے ان لفظوں کو حروف میں تبدیل کیا اور ھمزہ و تشدید وغیرہ کی علامتوں کا اضافہ کیا۔

جرجی زیدان کا بیان ہے کہ میں نے مصر کے کتب خانہ میں خط کوفی میں لکھا ہوا قرآن دیکھا ہے جو قدیم ترین نسخوں میں سے ہے اور ابوالاسود دئلی کے طریقہ پر اس پر اعراب گزاری ہے۔

۳۔ املا کی غلطی کا موجود ہونا

عثمانی مصاحف میں املا کی غلطی موجود تھی جب مصحف کو عثمان کے پاس لائے اس نے دیکھا تو کہا یہ بہت خوبصورت ہے لیکن اس میں اشتباہات دکھائی دے رہے ہیں جسے صرف عرب کے لوگ صحیح پڑھیں گے۔

آیت اللہ معرفت نے ان املاء کی غلطیوں کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

۴۔ نسخہ برداری میں تسامح

مصحف عثمانی میں کبھی مصحف مدنی مکی سے، مصحف مکی شامی سے قرائت میں اختلاف رکھتے تھے اس کی وجہ نسخہ برداری میں تسامح سے کام لینا اور دقت نظر سے دوری اختیار کرنا تھی۔

مصاحف عثمانی کی تعداد:

تعداد مصاحف عثمانی کے بارے میں محققین کی نظر میں اختلاف ہے اکثر علماء علوم قرآن نے ان مصحفوں کی تعداد چار ذکر کی ہے جو کوفہ، بصرہ اور شام بھیجے گئے اور ایک نسخہ اصلی و بنیادی جسے مصحف امام کہتے تھے مدینہ میں محفوظ رہا اگر کسی منطقہ میں قرائت میں اختلاف ہو جاتا تو اس نسخہ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

کچھ لوگوں نے اس کی تعداد سات بتائی ہے اور شہر مکہ، یمن اور بحرین کا اضافہ کیا ہے۔

[البرہان زرکشی]

یعقوبی نے اس کی تعداد نو لکھی ہے اور مصر و جزائر کو بھی سات میں شامل کیا ہے۔ [المیزان، ج ۱۲]

ڈاکٹر محمود رامیاد نے اس کی تعداد پانچ بتائی ہے چار نسخے شام، کوفہ، بصرہ اور مکہ بھیجے گئے اور ایک نسخہ مدینہ میں محفوظ رکھا گیا۔ سیوطی نے اس کی تعداد پانچ بتائی ہے شاید سیوطی نے پانچ کی تعداد سے یہ مراد لیا ہے کہ یہ اس ایک نسخہ کے علاوہ تھے جو ان کے پاس محفوظ تھا اس طرح اس کی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔

آیۃ اللہ معرفت نے بھی اس کی تعداد چھ بتائی ہے جس میں پانچ نسخے مکہ، کوفہ، شام، بصرہ اور بحرین بھیجے گئے اور ایک نسخہ مدینہ میں محفوظ رہا۔

ان مصاحف کے بارے میں اہل بیت کا نظریہ

حضرت علی نے ابوبکر، عمر اور عثمان کے جمع کردہ قرآن کی کوئی ظاہری مخالفت نہیں کی، ان کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی اس قرآن کے عدم اعتبار کے بارے میں کچھ نہیں کہا بلکہ حکم دیا کہ اس قرآن سے تمسک کیا جائے۔

حضرت علی نے طلحہ کے جواب میں فرمایا جو کچھ اس قرآن میں ہے اگر اسے حاصل کرو تو جہنم سے نجات اور جنت میں داخل ہو گے۔ [التمہید، ج ۱، ص ۳۵۰]

اہل سنت کے طریقہ سے روایات منقول ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا جو کچھ عثمان نے انجام دیا وہ میرے مشورہ سے ہوا۔ [بحار الانوار، ج ۸۹۔ الاتقان، ص ۵۹۔ النشر فی القرءات العشر، ج ۱، ص ۸]

ابن اثیر نے نقل کیا ہے: جس زمانہ میں حضرت علی خلافت کی مسند پر بیٹھے ایک شخص اٹھا اور اس نے عثمان کے اس کام کی سرزنش کی کہ لوگوں کو ایک نسخہ اور ایک قرائت کے لئے آمادہ کیا، حضرت